Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

جلد 08 ۔ شمارہ 06 ۔ فروری 2019

ماہنامہ

فہمِ دین

محبت

حیا کا آنچل

BAITUSSALAM PUBLICATIONS
WWW.BAITUSSALAM.ORG/BS/PUBLICATIONS

Baitussalam.org | Baitussalam_org | Baitussalam_org | +9221-111-298-111

WWW.BAITUSSALAM.ORG

The Burger Shack

YOUR ORDER, **OUR PRIORITY!**

NOW DELIVERING: 111-TBS-TBS
(827-827)

زیرِ سرپرستی
عبدالستار

فہم و فکر

حیا کا کاجل	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ	08

مضامین

پردہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا	حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید	10
تبدیلی کیسے آئے گی؟	ابو عاتکہ توحید	12
ذہنی آوارگی	ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی	14
رب کی چاہت، والد کی اطاعت	حسن جدون	16
تہذیب کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے	ریاض الحق	17
انسانیت کا زیور	جمال اللہ	18
فریب	طارق محمود	18
حیا	حکیم شمیم احمد	19
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	20
حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی	نادیہ فاروقی	22

خواتینِ اسلام

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا ﷺ	حسن جنید	23
کاشانۂ نور	اہلیہ مظفر	24
بیوٹی ٹپس	بنتِ عامر	26
مومنہ کبھی بے حیا نہیں ہوتی	عاقب حسین	28
منزل کی تلاش	عاتکہ سلیم	29
ہجرت	بنتِ گوہر	30
کیسی شرم	ثانیہ ساجد	32
محبت	امۃ اللہ	34

باغیچۂ اطفال

روشن دَر	کائنات غزل	37
نیا سویرا	سویرا فلک	38
انعامات ہی انعامات		40
کُوکی کی کُوک	ڈاکٹر الماس روحی	42
بچوں کے فن پارے		44
ننھے ادیب		45

بزمِ ادب

حیا	جوہر عباد	46
میری مائیں بہنیں سراپا حیا ہیں	اثر جونپوری	47
گلدستہ		48

اخبار السلام

خبرنامہ	ادارہ	50

دینی اخلاق اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ
فہمِ دین
کراچی

فروری 2019ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
منتظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر نیو
نظرثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید فرید

آراء و تجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے
26-C گراؤنڈ فلور، بن بیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4، کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ :	40 روپے
سالانہ فیس :	520 روپے
بیرونِ ملک بدلِ اشتراک :	35 ڈالر

ناشر | طابع | مقام اشاعت

حیا کا کاجل

مدیر کے قلم سے

اٹھی آنکھوں میں ہوس کی آندھیاں ہوتی ہیں جو سب کچھ تباہ کر دیتی ہیں اور جھکی آنکھوں میں حیا کا کاجل ہوتا ہے، جو حسن کو دوبالا اور شخصیت کو رعب دار بنا دیتا ہے، جس سے سامنے والا راستہ دینے اور ادب کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ مغرب کی نقّالی کرنے والوں اور ہوَس کے پجاریوں کی زبانوں پر تو ایک ہی جملہ ہوتا ہے کہ ”حیا دِل میں ہوتی ہے۔“ لیکن ذرا یہ بھی تو سوچیں کہ جب درختوں کی جڑیں صحت مند ہوتی ہیں تو پھر تنوں، پتوں، پھلوں اور پھولوں سبھی پر تو اس کا حسن نظر آتا ہے، اسی طرح اگر انسان کا اندر صحت مند ہو تو جسم کے ہر عضو سے اور انسان کے ہر عمل میں چستی اور توانائی بھی تو واضح طور پر نظر آتی ہے، یہی معاملہ حیا کا ہے کہ جب دِل میں حیا بھری ہوتی ہے تو پھر آنکھیں بھی حیا سے معمور، زبان بھی بے باکی سے محفوظ اور جسم بھی چھچھوری حرکتوں سے دور ہوتا ہے۔ اتنی بات تو ہر عقل مند سمجھتا ہے کہ اگر کہیں سے پائپ لائن گزر رہی ہو اور اس سے بدبودار پانی قطرہ قطرہ ٹپک رہا ہو تو کوئی بھی

سمجھ دار آدمی اسے صاف، میٹھے اور پینے والی پانی کی لائن نہیں سمجھے گا تو پھر آوارہ آنکھوں، بے باک لب و لہجے اور شرافت سے کوسوں دور حرکات دِل میں چھپی حیا کا پتا کیسے دے سکتی ہیں؟

مادر پدر آزادی کے خواہاں لوگوں سے یہ جملہ بھی بہ کثرت سننے کو ملتا ہے کہ حیا سے بچے اور بچیوں میں جھجک اور شرمیلا پن پیدا ہوتا ہے، جس سے ان کی صلاحیتیں دَب جاتی ہیں اور ایسے بچے زندگی کے میدان میں پیچھے رہ جاتے ہیں تو عرض یہ ہے کہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے، بلکہ اس سے نوجوانوں کی صلاحیتں دبنے کے بجائے محفوظ ہو جاتی ہیں اور زندگی کے میدان میں پیچھے رہنے کے بجائے دھیرے دھیرے زندگی کی اصل شاہراہ پر چلنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی تو سوچنے کی بات ہے کہ اگر ”شرم و حیا“ سے نوجوانوں کی خود اعتمادی کو ٹھیس پہنچتی ہے تو پھر آپ مجھے یہ کہنے کی بھی اجازت دیں کہ نوجوانوں کی خود اعتمادی کو ٹھیس پہنچانے والے اُن کے والدین بھی ہیں، اس لیے کہ وہ کام جو نوجوان اپنے دوستوں کے سامنے ذرا کھل کر کر سکتے ہیں، وہ اپنے والدین کے سامنے انہیں کرتے ہوئے ہچکچاتے اور ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی خود اعتمادی کو نقصان پہنچانے والے ان کے اساتذہ اور دیگر بڑے اور معزز رشتے دار بھی ہیں، اس لیے کہ طلبہ اور مہمان بچے اپنی بہت ساری باتوں کو ان سے چھپانا چاہتے ہیں، لیکن کبھی ان موقعوں پر آپ نے ان والدین اور اساتذہ کا جواب سنا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ بانکپن کی عمر ہے، کچے ذہن ہیں، انھیں ہر چمکتی چیز سونا اور ہر لذت والا کام، کرنے کو دِل چاہتا ہے، اس لیے انھیں آزاد نہیں چھوڑا جا سکتا، بلکہ ان کی تربیت کی، ان کی تنہائیوں پر نظر رکھنے کی اور ان کے تعلقات کو محدود کرنے کی ضرورت ہے۔

اب آپ خود بتائیں، کیا یہ والدین اور اساتذہ بچوں کی خود اعتمادی کو نقصان نہیں پہنچا رہے ہیں؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں تو پھر حیا کے جوہر سے بھی تو یہی ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔ حیا ایک باڑ ہی تو ہے، جو خود اعتمادی کو ٹھیس پہنچانے کے لیے نہیں، بلکہ خود اعتمادی اور بے باکی کے بیچ لگی ہوئی ہے اور جب خود اعتمادی کا گھوڑا منہ زور ہونے لگتا ہے تو اسے یہ باڑ اپنے دائرے کو پھلانگ کر بے باکی میں داخل ہونے سے روکتی ہے۔

جب حیا کا کاجل آنکھوں کی زینت بن جاتا ہے تو پھر جوانیاں محفوظ ہو جاتی ہیں، پھر رشتے مضبوط ہو جاتے ہیں اور پھر محبتیں پائیدار ہو جاتی ہیں، اور اگر خدانخواستہ یہ ختم ہو جائے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جو چاہے کرو!“ پھر جوانیاں پامال، رشتے برباد اور محبتیں داغ دار ہو جاتی ہیں۔ جب حیا ایک دفعہ انسان کی سیرت کا جھومر اور طبیعت کی عادت بن جاتی ہے تو پھر بڑوں کی فکریں کم ہو جاتی ہیں، پھر کوئی دیکھے نہ دیکھے، انسان کے اندر سے حیا کی یہ دولت نظروں کو اٹھنے، فکروں کو بھٹکنے اور قدموں کو غلط سمت پر چلنے نہیں دیتی۔ پھر کوئی لاکھ پھولوں کا جھانسہ دے، ایمان جھکتا نہیں ہے۔ پھر چاہے نئے نئے تہوار ملک میں ایکسپورٹ کیے جائیں، حیا کا ترازو جھٹ سے بتا دیتا ہے کہ یہ ترقی کی طرف اٹھنے والا قدم ہے یا تنزلی کی دَلدَل میں پھنسنے والا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ویلنٹائن ڈے کے دھوکے سے بچنے اور حیا کے کاجل سے آراستہ ہونے کی توفیق دے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ

محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

آلِ عمران:140-146

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

اِنۡ يَّمۡسَسۡكُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ ‌ؕ وَتِلۡكَ الۡاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ ۚ
وَلِيَـعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَتَّخِذَ مِنۡكُمۡ شُهَدَآءَ ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ 140

ترجمہ... اگر تمہیں ایک زخم لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی اسی جیسا زخم پہلے لگ چکا ہے۔ یہ تو آتے جاتے دن ہیں، جنہیں ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں اور مقصد یہ تھا کہ اللہ ایمان والوں کو جانچ لے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید قرار دے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ 140

تشریح نمبر 1: جنگِ بدر کی طرف اشارہ ہے، جس میں کفارِ مکہ کے ستّر سردار مارے گئے تھے اور ستّر قید کیے گئے تھے۔

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَمۡحَقَ الۡكٰفِرِيۡنَ 141

ترجمہ...اور مقصد یہ (بھی) تھا کہ اللہ ایمان والوں کو میل کچیل سے نکھار کر رکھ دے اور کافروں کو ملیامیٹ کر ڈالے۔ 141

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَـنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَيَعۡلَمَ
الصّٰبِرِيۡنَ 142

ترجمہ... بھلا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (یوں ہی) جنت کے اندر جا پہنچو گے؟ حالاں کہ ابھی تک اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانچ کر نہیں دیکھا، جو جہاد کریں اور نہ ان کو جانچ کر دیکھا ہے، جو ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ 142

وَلَقَدۡ كُنۡتُمۡ تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَلۡقَوۡهُ فَقَدۡ رَاَيۡتُمُوۡهُ
وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ 143

ترجمہ...اور تم تو خود موت کا سامنا کرنے سے پہلے (شہادت کی) موت کی تمنّا کیا کرتے تھے، چناں چہ اب تم نے کھلی آنکھوں اسے دیکھ لیا ہے۔ 143

تشریح نمبر 2: جو لوگ جنگِ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، وہ شہدائے بدر کی فضیلت سن کر تمنّا کیا کرتے تھے کہ کاش ہمیں بھی شہادت کا رتبہ نصیب ہو۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ‌ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ
اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ‌ ؕ وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ
فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـــًٔا ‌ؕ وَسَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ 144

ترجمہ...اور محمد (ﷺ) ایک رسول ہی تو ہیں، ان سے پہلے بہت سے لوگ گزر چکے ہیں۔ بھلا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا انھیں قتل کر دیا جائے تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اُلٹے پاؤں پھرے گا، وہ اللہ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور جو شکر گزار بندے ہیں، اللہ ان کو ثواب دے گا۔ 144

وَمَا كَانَ لِنَفۡسٍ اَنۡ تَمُوۡتَ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ‌ؕ
وَمَنۡ يُّرِدۡ ثَوَابَ الدُّنۡيَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا ۚ وَمَنۡ يُّرِدۡ ثَوَابَ الۡاٰخِرَةِ نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا ‌ؕ
وَسَنَجۡزِى الشّٰكِرِيۡنَ 145

ترجمہ...اور یہ کسی بھی شخص کے اختیار میں نہیں ہے کہ اسے اللہ کے حکم کے بغیر موت آجائے، جس کا ایک معیّن وقت پر آنا لکھا ہوا ہے اور جو شخص دنیا کا بدلہ چاہے گا، ہم اسے اس کا حصّہ دے دیں گے اور جو آخرت کا ثواب چاہے گا، ہم اسے اس کا حصّہ عطا کر دیں گے اور جو لوگ شکر گزار ہیں، ان کو ہم جلد ہی ان کا اجر عطا کریں گے۔ 145

تشریح نمبر 3: اس سے اشارہ مالِ غنیمت کی طرف ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صرف مالِ غنیمت حاصل کرنے کی نیّت سے جہاد میں شریک ہوگا، اسے مالِ غنیمت میں حصّہ تو مل جائے گا، لیکن آخرت کا ثواب حاصل نہیں ہوگا، اس کے برعکس اگر اصل نیّت اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی ہوگی تو آخرت کا ثواب حاصل ہوگا اور مالِ غنیمت بھی ایک اضافی فائدے کے طور پر ملے گا۔ (روح المعانی)

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوۡنَ كَثِيۡرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ
وَمَا ضَعُفُوۡا وَمَا اسۡتَكَانُوۡا ‌ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ 146

ترجمہ...اور کتنے سارے پیغمبر ہیں، جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی! نتیجتاً انھیں اللہ کے راستے میں جو تکلیفیں پہنچیں، ان کی وجہ سے نہ انھوں نے ہمت ہاری، نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انھوں نے اپنے آپ کو جھکایا۔ اللہ ایسے ثابت قدم لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ 146

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

نظر کی حفاظت

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَأَمَرَنِيْ أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِيْ

ترجمہ... حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں دریافت کیا (یعنی یہ کہ اگر اچانک کسی نامحرم عورت پر یا کسی کے ستر پر نظر پڑ جائے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟) تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اُدھر سے نگاہ پھیر لوں۔ (صحیح مسلم)

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَلِيٍّ: يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ

ترجمہ... حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ ارشاد فرمایا: ”اے علی! (اگر کسی نامحرم پر تمہاری نظر پڑ جائے) تو دوبارہ نظر نہ کرو۔ تمہارے لیے پہلی نظر (جو بلا ارادہ اور اچانک پڑ گئی ہو) تو جائز ہے (یعنی اس پر مواخذہ اور گناہ نہ ہوگا) اور دوسری جائز نہیں۔“ (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابی داوٗد)

عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ إِلٰى مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهٗ إِلَّا أَحْدَثَ اللّٰهُ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا

ترجمہ... حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس مردِ مومن کی کسی عورت کے حسن و جمال پر پہلی نظر پڑ جائے، پھر وہ اپنی نگاہ نیچی کر لے اور (اس کی طرف نہ دیکھے) تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت نصیب فرمائے گا، جس کی وہ لذت و حلاوت محسوس کرے گا۔“ (مسند احمد)

تشریح نمبر 1: یعنی ایک ناجائز نفسانی لذّت کی قربانی کے صلہ میں اللہ تعالیٰ آخرت کے بے حساب اجر و ثواب سے پہلے اپنے اس مومن بندے کو حلاوتِ عبادت کی نہایت اعلیٰ روحانی لذّت اسی دنیا میں عطا فرمائے گا۔

”غیر عورت پر نظر پڑ جانے سے دل میں گندا جذبہ پیدا ہو تو...؟“

انسان کی یہ فطرت ہے کہ کوئی کھانے پینے کی مرغوب چیز دیکھے یا خوش بو ہی آجائے تو اسے حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ گرمی اور تپش کی حالت میں ٹھنڈی، سایہ دار اور خوش منظر جگہ دیکھ کر وہاں ٹھہرنے اور آرام کرنے کو جی چاہنے لگتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی غیر عورت پر اچانک نگاہ پڑ جانے سے بسا اوقات شہوانی تقاضا پیدا ہو جاتا ہے، جو اغوا شیطانی سے بہت برے نتائج تک بھی پہنچا سکتا ہے اور کم از کم آدمی ایک قسم کی بے چینی میں تو مبتلا ہو ہی جاتا ہے۔ نفس اور روح کے معالجِ اعظم رسول اللہ ﷺ نے اس کا بھی علاج بتلایا ہے۔ فرمایا:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ
إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِيْ صُوْرَةِ الشَّيْطَانِ إِذَا أَحَدُكُمْ أَعْجَبَتْهُ الْمَرْأَةُ فَوَقَعَتْ فِيْ قَلْبِهٖ فَلْيَعْمِدْ إِلَى امْرَأَتِهٖ فَلْيُوَاقِعْهَا فَإِنَّ ذٰلِكَ يَرُدُّ مَا فِيْ نَفْسِهٖ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عورت شیطان کی طرح آتی یا جاتی ہے (یعنی اس کا ڈھنگ اور اس کی چال آدمی کے لیے شیطانی فتنے کا سامان بن سکتی ہے) تو اگر کسی کو ایسا واقعہ پیش آئے کہ کوئی ایسی عورت اچھی لگے اور اس کے ساتھ دل چسپی اور دل میں اس کی خواہش پیدا ہو جائے تو آدمی کو چاہیے کہ اپنی بیوی کے پاس جائے اور اپنی نفسانی خواہش پوری کرے، اس سے اُس کی گندی خواہش نفس کا علاج ہو جائے گا۔“ (صحیح مسلم)

عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ بَلَغَنِيْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ إِلَيْهِ

ترجمہ... حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خدا کی لعنت ہے دیکھنے والے پر اور اس پر جس کو دیکھا جائے۔“ (شعب الایمان للبیہقی)

تشریح نمبر 2: مطلب یہ ہے کہ جو کوئی کسی نامحرم عورت کو یا کسی کے ستر کو (جس کا دیکھنا حرام ہے) دیکھے تو اس پر خدا کی طرف سے لعنت ہے، یعنی رحمت سے محرومی کا فیصلہ ہے اور اسی طرح وہ بھی رحمتِ خداوندی سے محروم ہے، جس نے قصداً دیکھنے والے کو دیکھنے کا موقع دیا اور دکھایا۔

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
ہر کھانے کا اصل مزہ
شنگریلا سیزننگز سے بڑھا
SOY SAUCE
CHILLI SAUCE
WORCESTERSHIRE SAUCE
SYNTHETIC VINEGAR
کھانوں کو دیں نیا انداز شنگریلا سیزننگز کے ساتھ۔ دیسی کھانے ہوں یا چائنیز اور کانٹینینٹل،
خالص اجزاء سے تیار کردہ شنگریلا سیزننگز دے آپ کے کھانوں کو اصل مزہ۔
Chef Maida's Choice
www.shangrila.com.pk
ShangrilaPakistan
ShangrilaPakistan

بڑا تخریب کار

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت‘ لایا ہوا دین... اس کا ایک امتیازی وصف اور ایک امتیازی شان ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے: لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَيَاءُ ہر دین کا کوئی امتیازی وصف ہوتا ہے (کہ اس کی ساری تعلیم وتربیت اس کے گرد گھومتی ہے) اور اسلام کا امتیازی وصف حیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ”عفو ودرگزر“ کی زیادہ تعلیم تھی اور آپ ﷺ کی ساری تعلیم وتربیت حیا کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرا لائے ہوئے دین کا امتیازی وصف حیا ہے۔“

اللہ سے حیا...! اللہ کے بندوں سے حیا...! محسنوں سے حیا...! محسنِ اعظم سے حیا...! آپ ﷺ فرمانے لگے: حیا اور ایمان دونوں جڑواں ہیں‘ جہاں ہوتے ہیں اکٹھے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک چلا جائے تو دوسرا بھی چلا جاتا ہے۔ حیا کوئی نہیں تو ایمان کوئی نہیں۔ ایمان بڑھیا تو حیا بڑھیا‘ حیا تو ایمان ہی کا ثمرہ ہے۔ حیا ہے تو علامت ہے کہ یہاں ایمان بھی ہے اور حیا نہیں تو یہ نشانی ہے کہ اس کے پاس ایمان کا پھل کوئی نہیں‘ اس کے ایمان کا درخت مُرجھا چکا ہے‘ سڑ چکا ہے‘ سوکھ چکا ہے‘ زندگی کھو چکا ہے۔

انسان کی شخصیت سازی میں‘ اسلامی معاشرے کی تعمیر میں حیا کا سب سے اہم کردار ہے‘ اس لیے محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کے تحفظ کے لیے بہت زور دیا ہے‘ اس کی حفاظت کے لیے بہت ترغیب دی ہے۔ ایک نوجوان اپنے بھائی سے حیا کے معاملے میں تھوڑا سا ناراض ہو رہا تھا۔ اس لیے کہ جب شرم وحیا ہوتی ہے تو آدمی نرم ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات اپنا حق لینے میں بھی اسے مشکل ہونے لگتی ہے۔ جب اس نوجوان نے اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں ڈانٹا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”ڈانٹو مت! حیا تو ایمان ہے۔“ اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْاِيْمَانُ فِي الْجَنَّةِ ”حیا ایمان سے ہے اور ایمان کی جگہ جنت ہے۔“

آپ ﷺ نے اس دولت (حیا) کی حفاظت کا بہت اہتمام فرمایا ہے۔ اسلامی معاشرے کی روح اور زندگی حیا سے ہے‘ اس کی زندگی حیا سے ہے۔ حیا کوئی نہیں تو ایمانی زندگی کوئی نہیں۔ حیا ہے تو مسلمان ہے‘ حیا ہے تو مسلمانوں کا گھر ہے‘ حیا ہے تو مسلمان بیٹی ہے‘ حیا ہے تو مسلمان بہنا ہے‘ حیا ہے تو مسلمان ماں ہے جس نے قوم کی تعمیر کرنی ہے اور حیا کوئی نہیں تو مسلمانوں کا گھر کوئی نہیں‘ مسلمانوں کا معاشرہ کوئی نہیں‘ پھر مسلمانوں کے نسل کی بقا کوئی نہیں۔

حیا اس دین کا سب سے بڑا وصف ہے‘ سب سے بڑی خوبی ہے اور جو اس حیا کے لیے خطرات معاشرے میں پیدا کرتا ہے اور مسلمانوں کی شرم وحیا کے لیے خطرہ بنتا ہے اور مسلمانوں کی شرم وحیا کے لیے‘ اس دولت کو چھیننے کا ڈاکو اور تخریب کار بنتا ہے تو اللہ نے اسے تنبیہ فرمائی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ کہ ”جو مسلمان معاشرے میں بے شرمی اور بے حیائی کو پھیلاتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے اعلان ہے کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

ایک جسم کی زندگی ختم کرنے والا ہے۔ یہ تخریب کار ہے‘

یہ مسلمانوں کا دشمن ہے، یہ امن اور سلامتی کا دشمن ہے اور جو مسلمانوں کے مال کو اور جان کو خراب کرے... یہ بھی ظالم ہے، لیکن اس سے بڑا تخریب کار اور اس سے بڑا ظالم اور اس سے بڑا مسلمانوں کا دشمن وہ ہے جو مسلمان معاشرے سے حیا کو اُچک لینا چاہتا ہے، اس سے بڑا تخریب کار کوئی نہیں جو مسلمان معاشرے سے شرم و حیا کو اُچک لے اور مسلمانوں کو بے حیائی، فحاشی اور گندگی پہ ڈال دے۔

اگر کوئی تخریب کار مسلمانوں کو اس دولت سے محروم کر دے تو بیٹی ماں کی نہیں رہتی... بیٹا باپ کا نہیں رہتا... شوہر بیوی کا نہیں رہتا... بیوی شوہر کی نہیں رہتی... خاندان بکھر جاتے ہیں... گھر ٹوٹ جاتے ہیں... ماں باپ ایک دوسرے سے جھگڑتے نظر آتے ہیں... بیٹا اور باپ دستِ گریباں نظر آتے ہیں... یہی وہ شرم و حیا کی دولت کا چھن جانا ہے کہ سارا معاشرہ اکائیوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ بنے بنائے گھر اُجڑ جاتے ہیں... بیٹیاں ماں باپ کو داغِ فراق دے جاتی ہیں... بھرے بازار اور بھرے معاشرے میں بیٹا باپ کو رسوا کر دیتا ہے... ہنستے بستے گھر اُجڑ جایا کرتے ہیں... طلاقوں کی کثرت ہوتی ہیں... عدالتیں خُلع کے دعووں سے بھر جایا کرتی ہیں اور اولادیں بے سہارا ہو جایا کرتی ہیں، اس لیے وہ بڑے تخریب کار ہیں اور مسلمان معاشرے پہ بڑا ظلم ڈھاتے ہیں، جو مسلمانوں کی شرم و حیا کو چھین لینا چاہتے ہیں۔

شراب کے رسیہ... خنزیر کھانے والے... ان سے شرم و حیا کی امید رکھنا تو بے کار ہے نا...؟ وہ تو اپنی اصل کی طرف لوٹیں گے۔ خنزیر دھرتی کا سب سے بے حیا جانور ہے۔ خنزیر کو کھانے والے اور شراب پینے والے، ان سے شرم و حیا کی کیا امید رکھی جا سکتی ہے؟ لیکن بدقسمتی ہے... پہلے یہ ویلنٹائن ڈے، جسے آپ یوں کہیں کہ بے شرمی کا دن، بے حیائی کا دن، جو عیسائیوں کا تہوار ہے۔ میں عرض کر رہا ہوں وہ تو ہیں ہی خنزیر کے کھانے والے، شراب کے پینے والے، اُن سے شرم و حیا کی کیا امید ہے؟ لیکن آج انھوں نے اس انداز سے اپنے کارندوں سے، اپنے نوکروں سے، اپنے ایجنٹوں سے اور مسلمان معاشرے کے دشمنوں سے ایسی محنت مسلمان معاشرے میں کرائی ہے کہ آج مسلمانوں میں ڈنکے کی چوٹ پہ یہ دن منایا جا رہا ہے۔

پہلے ایک طبقہ تھا جو بہت چھپ چھپ کے، خلوت میں، تنہائیوں میں، اندھیروں میں حرکت کیا کرتا تھا، انھیں اوباش لڑکے اور لڑکیاں کہا جاتا تھا، لیکن ان کارندوں نے اتنا پیسا خرچ کیا ذرائع ابلاغ پر کہ آج میڈیا اس کے لیے پروگرام پیش کرتی ہے اور بہت سارے ادارے اس کے لیے سامان مہیّا کرتے ہیں اور اسکول، کالج، یونیورسٹیوں کے اندر اس کے لیے پروگرام ترتیب دیے جاتے ہیں۔ موبائل اس کے لیے سہولت کی شکلیں نکالتے ہیں۔ میرے عزیزو! مسلمان ٹھنڈے سانس سو رہا ہے۔

وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اسے یہ احساس ہی کوئی نہیں کہ اس کی بیٹی سے کیا دولت چھن گئی ہے...! اس کے بیٹے سے کیا سرمایہ چھن گیا ہے...! اسے فکر ہی کوئی نہیں کہ اس کے گھر سے کیا دولت جا چکی ہے...! اس کے کان پہ جوں بھی نہیں رینگتی کہ میرے بیٹے اور بیٹیاں کس راہ پہ چل پڑے ہیں...؟ اور وہ احساس ہی مٹ گیا کہ دشمن نے کیسی کاری ضرب لگائی ہے...؟ اور کیسی تخریب کی ہے مسلمان معاشرے پر...؟ اور کیسے تخریبی حملہ آور ہیں...؟ کہ اس معاشرے کا شرم و حیا بھی لے گئے اور احساس بھی لے گئے۔ اتنی کثرت کے ساتھ بے حیائی کو پھیلایا جا رہا ہے۔ پہلے اِکّا دُکّا اور ایک خاص طبقہ تھا جو مسلمانوں کی نظروں میں اوباش کہلایا کرتے تھے۔ گندے اور چھچھورے کہلایا کرتے تھے، لیکن اب تو جس سطح پر پروگرام مرتّب ہونے لگے ہیں، ایسا لگتا ہے جیسے اس نسل کی حیا کا جنازہ نکل چکا ہے۔ سرخ پھولوں کے سلسلے ہیں، سرخ کارڈ ہیں، سرخ چاکلیٹوں کی شکل میں تحفے تحائف ہیں اور گھروں میں علی الاعلان بیٹیاں اور بیٹے ذرائع ابلاغ میں دیکھتے ہیں، پھر وہ خرمستیاں بھی سب ہوتی ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ فرمانے لگے: ”دُیوس آدمی جنت میں نہیں جائے گا اگرچہ نمازی ہو، اگرچہ روزہ دار ہو۔“ دُیوس پھر بھی جنت میں نہیں جائے گا، جسے اپنی بیوی، بیٹی اور بہنا کے بارے میں فکر نہیں کہ کہاں جا رہی ہے؟ کس سے مل رہی ہے؟ لیکن نئی تہذیب کا سبق ایسا پڑا دیا گیا ہے کہ اب یہ چیزیں پیشانی پہ بل بھی نہیں لے کے آتیں... کانوں پہ جوں بھی نہیں رینگتی۔ اگر 20 سال پہلے، 25 سال پہلے ان سائن بورڈوں کو دیکھیے تو یہ بے شرمی کا انداز تھا... لیکن جب انھوں نے ہمارے گھر کے ڈرائنگ روم میں ہمیں بٹھا کر گندگی دکھا دکھا کر عادی بنا دیا تو اب سڑکوں پر بھی وہ ساری گندگی ہے، جو کبھی سینماؤں میں ہوا کرتی تھی۔

یہ وہ بے حسی ہے اس قوم کی جو اللہ کے عذاب کو دعوت دے رہی ہے۔ یہ وہ بے حسی ہے اس تاجر کی، اس صنعت کار کی کہ چند ٹکوں کی خاطر قوم کی حیا سے کھیل رہے ہیں۔ معمولی معمولی مفادات کی خاطر پورے معاشرے کو تباہی پہ ڈال رہے ہیں۔ یہ بے حسی ہے اس قوم کی، پھر رونا کہ بربادی آگئی، ہلاکت آگئی، بیٹیاں نہیں سنتیں، اولاد نہیں سنتی، گھر ٹوٹ رہے ہیں۔ ارے میرے عزیزو! یہ تو اللہ نے اب بھی حلم کا معاملہ فرما رکھا ہے۔ اس بے شرمی اور بے حیائی پر تو قومیں زمین پر دھنس گئی تھیں۔ آسمان سے پتھر برس رہے تھے۔

میرے عزیزو! یہ ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ اپنے دائرہ کار میں دیکھے کہ کہاں بول سکتا ہے، کہاں اپنا اختیار چلا سکتا ہے، کہاں اپنی بات منوا سکتا ہے، کہاں تک اپنی بات پہنچا سکتا ہے... کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بے حیائی دوڑتے دوڑتے ایسے دن پہ لے آئے کہ پھر ہم روکنا بھی چاہیں تو نہ روک سکیں، سوائے اس کے کہ اندر ہی اندر ہڈیاں پگھلتی رہیں، خون خشک ہوتا رہے، اللہ نہ کرے کبھی ایسا دن آئے۔

کس انداز میں یہ تخریب کاری ہے مسلمان معاشرے کے ساتھ اور کیسا بڑا ظلم ہے مسلمان نسل کے ساتھ کہ کبھی عیسائیوں کے ویلنٹائن ڈے کی شکل میں تہوار معاشرے میں یوں منایا جا رہا ہے جیسے یہ عیسائی ہوگئے ہیں، کبھی ہندوؤں کا بسنت کی شکل میں تہوار مسلمان معاشرے میں یوں منایا جا رہا ہے جیسے یہ ہندو ہو چکے ہیں۔ 1996ء کی بات ہے، جب کرکٹ کا ورلڈ کپ ہو رہا تھا۔ تب سونیا گاندھی نے بڑے فخر سے کہا تھا: ”ہم مسلمانوں کو میدانوں میں تو شکست نہیں دے سکے، لیکن ہم نے اپنی ثقافت سے مسلمانوں کو شکست دے دی ہے۔“ کہ ہم فوج کے ذریعے تو انھیں نہ ہرا سکے، لیکن جو بے حیائی اور فحاشی ہم نے ان کے معاشرے میں بھیجی ہے، ان کے حکمرانوں سے لے کر ان کے ادنیٰ چوکیدار اور ملازم تک اس گندگی کو سب نے قبول کر لیا ہے۔

میرے عزیزو! یہ بربادی اور ہلاکت کا راستہ ہے اور جو مسلمان معاشرے میں اس انداز سے تخریب کاری کر رہے ہیں، یہ مسلمان معاشرے کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ ہمیں اس تخریب کاری کو بھی روکنا ہے، تاکہ ہماری نسلوں کی حفاظت ہو سکے۔ اللہ ہمیں ایمان اور حیا کی دولت کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

پردہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

چند معزز خواتین کے مظاہرے کی تفصیل اخبار میں پڑھی ہے' ان کا مطالبہ یہ تھا کہ ''اسلام نے مسلم خاتون کو جو حقوق عطا کئے ہیں' وہ انہیں دلائے جائیں۔''
یہ مطالبہ تو ایسا معقول اور منصفانہ ہے کہ کسی مسلمان کو اس سے انحراف (مخالفت) کی گنجائش ہی نہیں' لیکن اِن لائق صد احترام بیگمات نے یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ وہ کیا کیا حقوق ہیں جو اسلام نے ان کو عطا کیے تھے' مگر ان کے ظالم شوہروں نے ان سے چھین رکھے ہیں؟ اگر وہ ان حقوق کی وضاحت فرمادیں تو مجھے یقین ہے کہ ہر وہ شوہر جو خدا اور رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے' اس کی دلی ہم دَردیاں ان مظلوم خواتین کے ساتھ ہوں گی۔
جہاں تک راقم الحروف کی ناقص معلومات ہیں' اسلام نے مسلم خواتین کے حسب ذیل حقوق متعین کیے ہیں:

1 ماں' بہن' بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے انہیں مردوں کی نظر میں عظمت وتقدس اور محبت وشفقت کا وہ مقام عطا فرمایا ہے' جس کا تصور بھی کسی مرد کے حق میں نہیں کیا جا سکتا۔ ماں کی خدمت و تعظیم پر' بہن کے احترام واکرام پر' بیوی سے شفقت و محبت اور رحمت والفت پر اور بیٹی کی شفیقانہ پرورش پر' خدا ور سول کے وعدے ہیں' وہ اسلامیات کے کسی طالب علم سے پوشیدہ نہیں۔

2 عورت کا نان ونفقہ اور رہائش کے لئے حسب استطاعت مکان مرد کے ذمے ڈالا گیا' گویا کسبِ معاش کے لئے دَر در کی ٹھوکریں کھانے کو اسلام نے نسوانیت کی توہین قرار دیا ہے' وہ اقلیم خانہ ودل کی تاجدار (گھر اور دل کی بادشاہت کی ملکہ) ہے' اس سے روزی کموانا ننگِ انسانیت (انسانیت کے لئے عار) ہے' ہاں! کسی مظلومہ کے سر پر اس کا کوئی نگہبان ہی نہ ہو تو اس کا کسب معاش کے لئے تگ ودو کرنا ایک مجبوری ہے۔ لیکن اس صورت مین اس کے معاش کی ذمہ داری معاشرے اور حکومت پر ڈالی گئی ہے اور اسلامی حکومت کا فرض قرار دیا گیا ہے کہ ایسی پسماندہ خواتین کے وظائف مقرر کرے۔

3 ایک اہم ترین ذمہ داری مردوں کے ذمے ڈالی گئی ہے کہ وہ مسلم خاتون کی دینی تعلیم وتربیت کا بندوبست کرے' انہیں ایسے تمام اعمال واخلاق سے باز رکھیں جو آدمی کو دوزخ کا ایندھن بنادیتے ہیں' قرآن کریم میں ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

ترجمہ: ''اے ایمان والو' تم بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے' جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔'' (التحریم:) حضرت علیؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:
''یعنی علم دین خود سیکھو اور اپنے اہل وعیال کو سکھاؤ۔''

یہ تین اصول جو میں نے ذکر کئے ہیں' ان کے ذیل میں سیکڑوں جزئیات آجاتی ہیں' جن کی تشریح کے لئے ایک دفتر درکار ہے' اگر کوئی مرد' خواتین کے یہ اسلامی حقوق ادا نہیں کرتا تو وہ بڑا ہی ظالم اور سنگ دِل ہے' ایسے شخص کے خلاف میں ان بیگمات سے بڑھ کر احتجاج کرتا ہوں۔ لیکن ان معزز بیگمات کو اس پر غور کرنا چاہیئے کہ:

1 کیا یہ بھی ان کے ''اسلامی حقوق'' میں داخل ہے کہ مسلمان عورت سر برہنہ (ننگے سر) بصد آرائش وزیبائش' بازاروں' گلیوں' دفتروں' کلبوں اور تعلیم گاہوں میں اجنبی مردوں کو حسنِ آوارہ کے نظارے دکھاتی پھرا کرے۔۔؟

2 کیا یہ بھی اُن کے ''اسلامی حقوق'' میں داخل ہے کہ سینماؤں' تھیٹروں' ڈراموں اور رقص وسُرود (ناچ گانے) کی محفلوں میں اداکاری کے جوہر دِکھا کر گندے دل ودماغ کی تفریح کا سامان مہیا کرے؟

3 کیا یہ بھی ان کے ''اسلامی حقوق'' میں داخل ہے کہ ان کی نسوانیت کو ماڈل گرل کی حیثیت سے فروغِ تجارت کی آلہ کار بنایا جائے؟

4 کیا یہ بھی ان کے ''اسلامی حقوق'' میں داخل ہے کہ تعلیم گاہوں 'کارخانوں اور دفتروں میں جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر بٹھا کر انہیں رابطۂ اُلفت اُستوار کرنے کی تربیت دی جائے؟

5 کیا یہ بھی ان کے ''اسلامی حقوق'' میں داخل ہے کہ عورت کو اس کی تمام تر نازک اندازی اور نسوانی عوارض کے باوجود اس پر مردانہ کاموں کا بوجھ ڈال دیا جائے؟

آج ہمارے معاشرے میں یہ مظلوم عورت جو کچھ کر رہی ہے' یا سحرِ سامری کے زور سے اس سے کرایا جارہا ہے' ان میں سے کون سی چیز ہے جسے ''اسلامی حقوق'' کا نام دیا جائے؟ یہ معزز بیگمات کیوں احتجاج نہیں کرتیں کہ سینماؤں وغیرہ میں نسوانیت کی مٹی کیوں پلید کی جارہی ہے؟ وہ کیوں احتجاج نہیں کرتیں کہ عورت اور اس کی تصویر کو منڈی کا بکاؤ مال کیوں بنایا جارہا ہے؟ انسانی گراوٹ کا یہ تماشا بھی کتنا عبرت انگیز ہے کہ جس عورت کو ماں' بہن' رفیقۂ حیات اور بیٹی کی حیثیت دے کر اسلام نے اس کی عظمت وتقدس کا مقام ہفت اختر (سات ستاروں) سے بلند کیا تھا' سحر سامری (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو گر سامری کا جادو) نے اسے ''خدمات فروشی'' کی پستیوں میں دھکیل دیا ہے' جس سے کبھی چاند تارے تک شرمایا کرتے تھے' اس کی شرم وحیا آج بازار میں ٹکے سیر (چند پیسوں کے عوض) بک رہی ہے۔ ساحرِ مغرب نے ''آزادیٔ نسواں'' اور ''حقوقِ نسواں'' کا منتر پڑھا' خاتون مغرب نے اس افسوں (منتر) سے مسحور ہو کر ''گھر کی جنت'' سے باہر قدم رکھا اور مردوں کی تفریح کا کھلونا بن کر رہ گئی۔ اس کی دیکھا دیکھی خاتونِ مشرق نے بھی پردۂ عصمت سے باہر نکل آنے کو معیارِ کمال سمجھ لیا' اکبر مرحوم کے الفاظ میں انسانیت اس المیے کا جتنا ماتم کرے کم ہے:

بے پردہ نظر آئیں کل جو چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے: آپ کا پردہ' وہ کیا ہوا؟
کہنے لگیں: عقل پہ مردوں کی پڑ گیا!

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: 8/114،112' مکتبہ لدھیانوی)

/perfectairfreshener

Perfect® Matic

Automatic Room Spray

with adjustable Timmer & Sensor

Perfect Matic offer a unique fragrance experience that blends attractive design with motion-sensor technology that allows the unit to spray on desired time selector.

Equipped with motion sensor technology, sprays automatically at 15, 20, or 30 minutes depending on the switch setting. The automatic dispenser is a modern and compact way to freshen your environment without the hassle of personal engagement.

The unit also comes with a boost button that can be press at any time for an extra burst of fragrance. Choose from a variety of quality Perfect fragrances.

With 3000 sprays

Quickly | Quietly | Automatically

ابوعاتک توحید

تبدیلی کیسے آئے گی؟

1 یہ سن سولہ ہجری ہے‘ مسلمانوں نے مدائن فتح کیا‘ غنائم کا مال اکٹھا کیا گیا‘ اتنے میں ایک نقاب پوش مجاہد نے جواہرات سے بھری ہوئی تھیلی لا کر مالِ غنیمت میں جمع کرائی‘ سب کو بڑی حیرت ہوئی کہ اس قدر قیمتی جواہرات اور اس غریب سپاہی کی نیت خراب نہ ہوئی! پوچھا گیا: ”آپ نے اس سے کچھ لیا ہے؟“ فرمانے لگے: ”اگر خوفِ خدا نہ ہوتا تو میں یہ قیمتی تھیلی آپ کے پاس لاتا بھی نہیں۔“ پوچھا: ”آپ کا تعارف؟“ فرمایا: ”میں اپنا تعارف نہیں کراتا کہ کہیں آپ لوگ میری تعریف نہ شروع کر دیں‘ تعریف کی مستحق تو بس اللہ جلّ شانہٗ کی ذات ہے اور وہی مجھے میرے اس عمل کا بہترین صلہ دے سکتا ہے۔“ یہ کہہ کر چل دیا۔ بعض مجاہدین نے اس کا ٹھکانے تک پیچھا کیا‘ وہاں کے مجاہدین سے پوچھا تو انھوں نے کہا: ”یہ عامر بن عبد ہیں۔“ عامر بن عبد جلیل القدر اور مشہور تابعی ہیں جو زاہدِ شب زندہ دار بھی تھے اور محاذِ جنگ کے مجاہد و غازیٔ صف شکن بھی!

(تاریخ طبری‘ ج: 4‘ ص: 186‘ بحوالہ: کتابوں کی درسگاہ میں‘ ص: 25)

2 فتح مدائن کے اسی معرکہ میں ایک اور نقاب پوش سپاہی کے ہاتھ قیمتی جواہرات سے مرصع کسریٰ کا تاج زریں آیا (جس کی قیمت باقی جمع شدہ تمام مالِ غنیمت سے کئی گنا بڑھ کر تھی) تو وہ اس کو اپنے دامن میں چھپا کر امیرِ افواجِ اسلامی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس لا کر عرض کرنے لگا: ”أیها الأمیر! یہ کوئی بہت قیمتی چیز معلوم ہوتی ہے! یہ میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں‘ تاکہ بیت المال میں داخل ہو جائے۔ مسلمان امیر دریائے حیرت میں ڈوب گئے‘ پوچھا: ”آپ کا نام؟“ اس نے دروازے کی طرف منہ اور امیر کی طرف پیٹھ کر کے کہا: ”جس (اللہ) کے لیے میں نے یہ کام کیا ہے‘ وہ میرا نام جانتا ہے۔“ یہ کہہ کر روانہ ہو گیا۔

3 اموی سردار مسلمہ بن عبدالملک کو ایک قلعہ کا محاصرہ کیے کافی عرصہ گزر گیا اور کامیابی کے کوئی آثار نظر نہ آئے تو اس نے قلعہ پر دھاوا بولنے کے لیے چند جاں بازوں کا انتخاب کیا‘ پھر لوگوں نے دیکھا کہ ایک جوان تیروں کی بارش اور دشمن کی صفوں سے آگ کے برستے شعلوں میں جان ہتھیلی پر رکھے دیوانہ وار قلعہ کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے اور بالآخر قلعے کی دیوار کے پاس پہنچ کر نقب لگانے میں کامیاب ہو گیا‘ اسلامی لشکر قلعے میں داخل ہوا اور قلعہ فتح ہو گیا۔ اب ہر نگاہ اس سرفروش مجاہد کو تلاش کر رہی تھی جس کے سر اس فتح و کامرانی کا سہرا تھا‘ مگر کوئی اسے پہچانتا نہ تھا۔ مسلمہ بن عبدالملک کے سوال پر سب نے نفی میں سر ہلایا۔ اس نے پورے لشکر کو جمع کیا اور کہا: ”نقب لگانے والا جاں باز کہاں ہے؟“۔۔۔ پورے اسلامی لشکر پر سناٹا طاری ہو گیا‘ لیکن کوئی نہ آیا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے دوبارہ کہا: ”میں اس کو اس کے رب کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ سامنے آ جائے“۔۔۔ اچانک ایک نقاب پوش آگے بڑھا جس کی صرف آنکھیں ظاہر تھیں‘ مسلمہ کے سامنے آ کر کھڑا ہوا اور کہا: ”میں ہوں نقب لگانے والا‘ اگر آپ مجھے میرے رب کی قسم نہ دیتے تو میں کبھی اپنے آپ کو ظاہر نہ کرتا‘ اب میں بھی آپ کو آپ کے رب کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھ سے میرے نام کے بارے میں سوال نہ کرنا اور اگر آپ جان بھی لیں تو کسی سے ذکر نہ کرنا‘ اس لیے کہ میں نے یہ عمل اس ذات کے لیے کیا ہے جو مجھے آپ سے زیادہ عطا کرنے پر قادر ہے۔“ مسلمہ بعد میں جب دعا کرتے تو کہتے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مَعَ صَاحِبِ النَّقَبِ! (عیون الاخبار‘ ج: 1‘ ص: 172)

”اے اللہ! مجھے نقب والے مجاہد کے ساتھ کر دیجیے!“

4 مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ شاگردوں کے ساتھ تفریح کی غرض سے مدینہ منورہ کے نواح میں نکلے‘ کھانے کے لیے دسترخوان بچھایا گیا تو قریب سے ایک چرواہے نے گزرتے ہوئے سلام کیا‘ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے کھانے کی دعوت دی تو اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا: ”میرا روزہ ہے۔“ فرمایا: ”اس قدر شدید گرمی میں؟“ کہنے لگا: ”تیزی کے ساتھ زندگی کے ان گزرتے ہوئے دنوں کو اسی طرح قیمتی بنایا جا سکتا ہے۔“ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے امتحاناً اس سے فرمایا: ”ان بکریوں میں سے ایک بکری ہمیں فروخت کر دیں‘ ہم آپ کو اس کی قیمت بھی ادا کر دیں گے اور افطار کرنے کے لیے گوشت بھی دے دیں گے۔“ مال کی محبت عجب روگ ہے! جسے لگ جائے‘ بڑی مشکل سے وہ اس سے چھٹکارا حاصل کر پاتا ہے‘ ورنہ یہاں آ کر تو بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگانے لگ جاتے ہیں اور یوں وہ محبتِ مال کے قتیل بن جاتے ہیں۔۔۔ آہ! یہ

دنیا کن حشر سامانیوں اور فتنہ انگیزیوں کے ساتھ آتی ہے اور دل کی کائنات پر چھا جاتی ہے‘ لیکن عہد صحابہ کا وہ چرواہا محبت مال کی زلفوں کا اسیر تھا نہ مٹ جانے والی دولت کا غلام‘ بلکہ وہ تو تقویٰ کی حقیقی بلندیوں پر تھا‘ کہنے لگا: ”یہ بکریاں میری نہیں آقا کی ہیں۔“ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی پرہیزگاری سے مزید لطف اندوز ہوتے ہوئے فرمایا: ”ایک بکری آقا کو نہ ملی تو وہ کیا بگاڑ سکتا ہے؟“ (اس کے گم ہونے کا یا بھیڑیا کے کھا جانے کا بہانہ کیا جاسکتا ہے) کہنے لگا: ”فأين الله؟“ (اللہ کہاں جائے گا؟) ان کے اس جملے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور بار بار اس کا یہ جملہ دہراتے رہے: ”اللہ کہاں جائے گا‘ اللہ کہاں جائے گا؟“ (أسد الغابة في معرفة الصحابة‘ ج:3‘ ص:228)

5 رات کا آخری پہر ہے‘ نیلگوں آسمان کے تارے بھی رات بھر جگمگ کر کے اُونگھ رہے ہیں‘ چاند رات بھر چاندنی بکھیرتا ہوا اُفق پر پہنچ کر واپسی کی تیاری کر رہا ہے‘ فضا پر گہری خاموشی کا راج ہے‘ ماحول پر مکمل سناٹا چھایا ہوا ہے‘ خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ امت کی نگہبانی کا فرض ادا کرتے ہوئے مدینہ منورہ کی گلیوں کا چکر لگا رہے ہیں‘ اتنے میں ایک گھر سے گزرتے ہوئے آواز آتی ہے: ”بیٹا! دودھ میں پانی ملا دو!“ جواب میں ایک معصوم بچی کی آواز آتی ہے: ”اماں جان! آپ بھول گئیں کہ امیر المؤمنین نے دودھ میں پانی ملانے سے منع فرمایا ہے؟“

”وہ تو ٹھیک ہے‘ پر اس وقت امیر المؤمنین کون سا ہمیں دیکھ رہے ہیں؟ ماں کی اس بات کے جواب میں بچی نے جو جملہ کہا‘ اسے اگر اسلامی تاریخ کے ماتھے کا جھومر اور رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے مقصد کا خلاصہ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ”اماں جان! ٹھیک ہے اگر امیر المؤمنین ہمیں نہیں دیکھ رہے تو ان کا رب تو ہمیں دیکھ رہا ہے!“

بڑا مشکل ہے خلوت میں بادۂ گلگوں سے بچنا
بہت آسان ہے یاروں میں معاذ اللہ! کہنا

محترم قارئین! اس کو کہتے ہیں تبدیلی‘ یہ ہے وہ عظیم انقلاب جس کی گونج چودہ صدیاں گزر جانے اور اس کو دبانے کی تمام تر کاوشوں کے باوجود دنیا کے چاروں کونوں میں مسلسل سنائی دے رہی ہے!!!

اخلاص وللّٰہیت کے پیکر اور دنیا کے ظلمت کدوں میں ایمانی زندگی کی شمع روشن کرنے والے پاک دل وپاک باز مسلمانوں کا یہ وہ مقدس قافلہ تھا جس نے انسانیت کے سامنے اسلامی تعلیمات کی ابدی صداقتوں کی صحیح تصویر پیش کی‘ نتیجتاً امن وآشتی اور عدل وانصاف کا حامل دینِ اسلام اَبرِ رحمت بن کر پورے عالم پر چھا گیا اور اس کے برکات وثمرات سے کائنات کا ذرہ ذرہ روشن ومنور ہوا۔

آج کل ہمارے ہاں بھی کچھ عرصے سے اقتدار کی راہ داریوں سے تبدیلی کا نعرہ لگایا جا رہا ہے اور اب کی بار تو اس قدر زور وشور سے لگایا جا رہا ہے کہ اقتدار کے ایوانوں سے لے کر عدالتوں کی عمارتوں تک‘ بینکوں کے بلند وبالا پلازوں سے لے کر سپر مارکیٹوں تک‘ تعلیمی اداروں سے لے کر ہسپتالوں تک‘ امیروں کی کوٹھیوں سے لے کر غریبوں کے کچے مکانوں تک‘ وطن عزیز کا چپہ چپہ اس کی آواز سے گونج رہا ہے: ”تبدیلی آئے گی‘ تبدیلی آئی۔“ مگر تبدیلی کے فلک شگاف نعروں کے اس گونج میں کسی نے کبھی ٹھنڈے دماغ سے سوچا کہ تبدیلی لانے کا جو طریقہ کار اختیار کیا جا رہا ہے‘ وہ ملک وملت کی کشتی کو ایسے تباہ کن بھنور کی طرف لے کر جا رہا ہے جس سے نکلنے کا کوئی راستہ سُجھائی نہیں دے رہا؟ جی ہاں! ہم اپنی تمام تر انمول صلاحیتیں‘ محدود وسائل اور قیمتی اوقات کس چیز پر خرچ کر رہے ہیں؟ افراد کو نظر انداز کر کے اداروں اور عمارتوں پر؟ کبھی اس پر غور بھی کیا ہے کہ ان اداروں کو چلائے گا کون؟ ان عمارتوں کو آباد رکھے گا کون؟ کہیں انسانی شکل میں بھیڑیئے‘ سانپ اور بچھو نہ ہوں جو ملک وملت کے وجود کو چیر پھاڑ کے پارہ پارہ کر دے اور بدقسمتی سے یہ محض اندیشے اور وسوسے نہیں‘ بلکہ حقائق ہیں جس کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ تبدیلی اس ملک کی ضرورت ہے اور کیوں نہ ہو؟ جبکہ اس کی بنیادوں میں تبدیلی کا خون شامل ہے‘ تب روزِ اول ہی سے تبدیلی کی راہیں تکی جا رہی اور اس دیس کے باسی اس کے لیے دیدہ ودل فرشِ راہ کیے ہوئے ہیں اور اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ یہ نخلِ تمنا کبھی نہ کبھی ہرا ہوگا اور اس ملک کا مدینہ جیسی اسلامی فلاحی ریاست کے سانچے میں ڈھلنے کا سُہانا خواب جو ہمارے بزرگوں نے دیکھا تھا‘ کبھی نہ کبھی شرمندۂ تعبیر ہوگا‘ مگر فی الحال اس کے لیے جو عملی اقدامات کیے جا رہے ہیں اس کے بارے میں سردست تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ

”تبدیلی“ کا شور ایسا‘ تہذیب کا غُل اتنا
برکت جو نہیں ہوتی‘ نیت کی خرابی ہے

اگر ہم واقعی تبدیلی لانے اور انقلاب برپا کرنے میں مخلص ہیں تو آج سے چودہ صدیاں پہلے اسلامی ریاست مدینہ کے حکم ران جناب محمد مصطفی ﷺ نے جو طریقہ کار اختیار کیا تھا (جس کی پیروی ہم پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں لازم فرمائی) اور اس کی بنیاد پر وہ صرف ریاست مدینہ نہیں‘ بلکہ پوری دنیا میں تبدیلی لانے میں کامیاب ہوگئے تھے‘ جس کی چند جھلکیاں مندرجہ بالا واقعات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ جب تک ہم نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو اپنا رول ماڈل اور ان کے طریقہ کار کو اپنا آئیڈیل نہیں بنائیں گے‘ تب تک تبدیلی کا خواب ہرگز شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا اور وہ طریقہ یہ تھا کہ اپنی تمام تر توجّہات مادے سے بنی چیزوں اور مٹی سے بنائی عمارتوں کے بجائے افراد سازی اور شخصیات کی تیاری پر مرکوز کی جائے‘ معاشرے کے ہر ہر فرد کے دل میں خوفِ خدا کا چراغ روشن اور دماغ میں عشقِ مصطفی ﷺ کی شمع فروزاں کریں کہ فرد کے سُدھار سے معاشرہ سُدھرتا اور معاشرے کی اصلاح سے ملک میں تبدیلی آیا کرتی ہے۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدّر کا ستارا

لہٰذا جب تک سیاست کے نام پر قوم کو دھوکہ دہی کا چلن ختم نہیں ہوگا‘ جب تک سرکاری اداروں میں رشوت کی گرم بازاری کا خاتمہ نہیں ہوگا‘ جب تک اس دیس کا تاجر ناپ تول میں کمی‘ ذخیرہ اندوزی‘ جھوٹ اور دو نمبری جیسے گھناؤنے جرائم سے باز نہیں آئے گا‘ تب تک اس دیس کی قسمت یوں ہی کھوٹی رہے گی اور تبدیلی کے نعرے لگانے والے یہ عناصر ان نعروں سمیت تاریخ کے اوراق کی اندھیر نگریوں میں ایسے دفن ہو جائیں گے کہ ان کی داستان بھی نہیں ملے گی داستانوں میں!

آوارہ گردی کی ''دفعہ'' پہلے کہیں پائی جاتی تھی۔

ہم اپنے بچپن میں سنتے تھے کہ فلاں شخص کو آوارہ گردی کے الزام میں دھر لیا گیا کہ وہ رات کے پچھلے پہر بغیر کسی ضرورت کے سڑکوں پر گھوم رہا تھا۔

اب جب سے سوشل میڈیا پر پروان چڑھی نسل مارکیٹ میں آئی ہے تو آوارہ گردی کی جگہ لانگ ڈرائیو اور ویک اینڈ ہینگ آؤٹ جیسی بظاہر مہذب استعاروں نے لے لی ہے۔

جسمانی آوارگی سے بھی بدتر فکری یا ذھنی آوارگی ہے۔ انسانی ذہن جسم کا مال روڈ ہوتا ہے۔ یہاں سے شاہی سواری نے بھی گزرنا ہے اور کچرے کی ٹرالی نے بھی۔

فکر اور سوچ کو لگام ملنی چاہیے' اگر آدمی جو جی چاہے سوچتا پھرے تو اس کی تباہی میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔

کیا چیز میرے سوچنے کے قابل ہے' کیا نہیں۔ انسان جب تک اشیا کے منفی و مثبت پہلو سوچنے کے قابل نہ ہو' بچہ ہی رہتا ہے۔

ہمارے ملک میں ہر چائے والے کو پتا ہے کہ اگلا چیف آف اسٹاف کسے آنا چاہیے' ہر بال کاٹنے والے حجام کو معلوم ہے کہ اگلا الیکشن کون جیتے گا'

ہر موچی کو منسٹری آف کامرس پر مکمل دسترس ہے اور ہر نوجوان کو شرح صدر ہے کہ دنیا میں کیا کیا ہو رہا ہے اور ہم کتنے پیچھے ہیں'

مگر حیرت اس بات کی ہے کہ جو کام کر رہے ہیں وہ کرنا نہیں آتا۔ نہ ڈھنگ کی چائے بنانی آتی ہے' نہ بال کاٹنے' نہ جوتا گانٹھنا اور نہ پڑھنا لکھنا۔

ذہنی آوارگی

ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی

جس طرح غذا جسم کو باقی رکھتی ہے' اسی طرح علم روح کو باقی رکھتا ہے۔

اب ہر کوئی اگر سیاسی معاملات اور فوج' عدلیہ اور سیاستدانوں کی آپس کی چپقلش کی لائیو کمنٹری میں ہی لگا رہے گا تو پڑھے گا کب؟

یقین جانیے کہ شاخوں کو پانی دینے سے جڑیں گیلی نہیں ہوتیں۔

جب تک آدمی پِتّہ ماری کی محنت نہ کرے' جب تک اسے رات کی سیاہی کو دن کے اجالوں میں بدلنے کا ہنر نہ آئے' نصیبوں کی کالک نہیں دُھلتی۔

ذھنی آوارگی' ہمارے معاشرے میں' وقت کے ضیاع کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

آپ گھر سے کالج پڑھنے کے لیے نکلے' راستے میں کچھ لوگ لڑ رہے تھے' آپ رک کر یہ ٹوہ لگانے میں لگ گئے کہ کیا ہوا ہے'

آگے کسی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا' پھر بارش ہو گئی تو آپ موبائل پر تصاویر لینے میں مشغول ہو گئے' پھر فیس بک پر لائیک اور کمنٹس کا سلسلہ چل نکلا'

پھر کرکٹ میچ' پھر کسی مشہور آدمی یا ایکٹر کا قصہ' پھر سیاسی ہنگامہ آرائی اور آخر میں انڈیا کو دو چار گالیاں دے کر حب الوطنی کا قرض اتار دیا اور دن ختم۔

ان تمام مصروفیات میں جو کام کرنے چلے تھے' بس وہی نہیں ہوا۔

کوئی کتاب پڑھنی ہو' کوئی مضمون لکھنا ہو' کوئی اسائنمنٹ جمع کروانی ہو' والدین کا کوئی کام ہو' کوئی ذکر کرنا ہو' اس بلاوجہ کی ذھنی آوارگی نے کہیں کا نہیں چھوڑا۔

حتی کہ بیوی بچوں کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی موبائل پر جُتا ہوا ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک مسالہ دار خبر یا وڈیو کی تلاش'

پھر انھیں درجنوں لوگوں کو فارورڈ کرنا اور جھوٹی تعریف وصول کرنا۔ لاحول ولا قوۃ!

اس سے اچھا ہے کہ آدمی مر جائے' تاکہ اپنے ساتھ ساتھ لوگوں کا وقت تو برباد نہ کرے۔

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ یہ ذھنی آوارگی کی وجہ سے سوچ و فکر کا جو قحط پڑا ہے' اس سے کیسے نکلا جائے؟

آیئے! کوشش کرتے ہیں کہ زندگی سے فضول و لایعنی چیزوں کو ایک ایک کر کے نکالتے ہیں' تاکہ وقت میں برکت ہو اور دل لگا کر دھیان سے کچھ کر سکیں۔

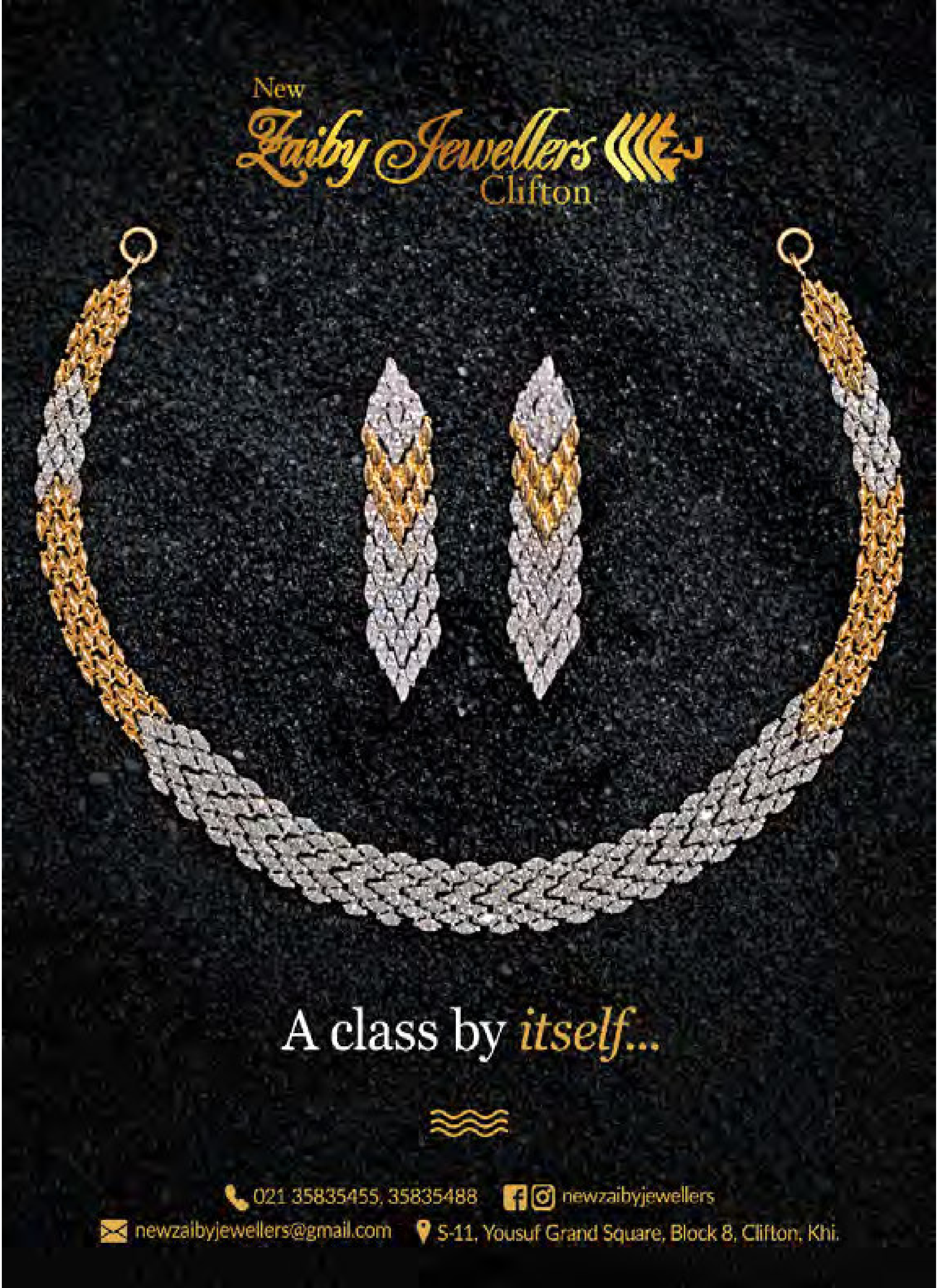
New
Zaiby Jewellers
Clifton
A class by itself...
021 35835455, 35835488
newzaibyjewellers
newzaibyjewellers@gmail.com
S-11, Yousuf Grand Square, Block 8, Clifton, Khi.

رب کی چاہت اور والد کی اطاعت

محمد حسن جدون

"بیٹا! تم اپنی بابا کی بات مان لو...ورنہ وہ سخت خفا ہوں گے۔" ارشاد کی والدہ اپنے بیٹے کو سمجھانے میں مصروف تھیں۔

"نہیں' امی! میں اپنی بات سے ہرگز پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ چاہے بابا مجھے مار ہی کیوں نہ ڈالیں۔" اکلوتے بیٹے کی اس قدر گہری بات سے وہ تڑپ اٹھیں۔

"ارشاد بیٹا! آپ اتنے ضدی تو نہ تھے۔ اب آپ کو کیا ہو گیا ہے؟"

"امی! میں بابا کی بات مان کر اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور یہ ضد نہیں'

بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری ہے' اس لیے میں نہیں جُھک سکتا۔" ارشاد نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

سیٹھ محمد فضل صاحب کی کپڑے کی بہت بڑی دکان تھی' وہ اس دکان کے تنہا مالک تھے' ان کا ایک ہی بیٹا تھا ارشاد' جو بہت خوب صورت اور فرماں بردار تھا۔

اکلوتا ہونے کے باوجود ارشاد نہ تو بگڑا اور نہ ہی بد تمیز بنا' وہ اپنے والدین کا حد درجے احساس رکھنے والا تھا'

اسی لیے اس کے والدین کو ارشاد سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔

وہ اپنی پڑھائی سے فارغ ہوا تو سیٹھ صاحب نے ارشاد کو اپنا کاروبار سنبھالنے کی پیش کش کی' جسے ارشاد نے مکمل تابع داری سے قبول کر لیا۔

ارشاد کے بابا اس سے ہر طرح خوش تھے' کیوں کہ ارشاد کی دل جمعی اور دل چسپی سے کاروبار دن دُگنی اور رات چگنی ترقی کرنے لگا'

لیکن اب وہ اس قدر نافرمان ہو گیا تھا کہ اس کے والدین بوکھلا گئے۔

"کیا ہوا بیٹا! کیوں پریشان ہو؟" ارشاد نماز کے بعد اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھامے بیٹھا تھا کہ

مسجد کے امام کی آواز پر سر اٹھا کر انھیں دیکھا۔ ارشاد کی آنکھوں میں نمی تھی۔

"کچھ نہیں' بس ایسے ہی۔" ارشاد نے کھڑے ہو کر گول مول سا جواب دیا۔

"آپ اپنی پریشانی بتائیں۔ شاید میں آپ کے کچھ کام آسکوں۔" امام صاحب نے نہایت شفقت اور دھیمے انداز میں کہا۔

"وہ...امام صاحب...دراصل مسئلہ یہ ہے کہ..." ارشاد اٹک اٹک کر کچھ کہتا ہوا خاموش ہو گیا۔

"بیٹا! کُھل کر بات بتائیں۔ ان شاء اللہ! آپ کی بات راز میں ہی رہے گی۔" امام صاحب کے تسلّی دینے پر وہ بولا۔

"امام صاحب! بات یہ ہے کہ میں نماز کے اوقات میں دکان کھلی چھوڑ کر چل پڑتا ہوں' تا کہ باجماعت نماز ادا کر سکوں' جب کہ بابا اس کے خلاف ہیں'

وہ کہتے ہیں کہ نماز بعد میں پڑھ لیا کرو۔ اب میں پریشان ہوں کہ کیا کروں؟ بابا ناراض تو اللہ ناراض اور اگر بابا کو راضی کر لوں تب بھی اللہ ناراض!؟"

”بیٹا! آپ کی پریشانی بجا ہے‘ لیکن حدیثِ مبارکہ کا مفہوم ہے کہ مخلوق کی اطاعت میں خالق کی نافرمانی جائز نہیں‘ اس لیے نماز بھی پڑھتے رہو اور ساتھ ساتھ بابا کو بھی راضی کرنا ضروری ہے‘ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ اللہ سے دعا کریں اور معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں اور میں بھی آپ کے لیے دعا کروں گا۔“ امام صاحب نے پیار بھرے انداز میں کہا۔

امام صاحب کو ارشاد بہت اچھا لگا تھا‘ اس لیے انھوں نے دل سے دعا کی تھی اور اِدھر ارشاد نے بھی دو نفل پڑھ کر اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کیا اور اللہ سے اُمید باندھ کر گھر کی جانب چل دیا۔

”ارشاد! آج کھل کر بتاؤ... تم اتنے نافرمان کیوں ہو گئے ہو؟“ رات کو اس کے والد نے اس سے پوچھا۔

”بابا! جماعت سے نماز پڑھنا اللہ کا حکم ہے۔ میں اپنے رب کا حکم نہیں توڑ سکتا۔“ ارشاد نے دوٹوک لہجے میں جواب دیا۔

”بیٹا... ! تم نماز بعد میں بھی تو پڑھ سکتے ہو؟ تم اذان کے فوراً بعد دکان چھوڑ کر چلتے بنتے ہو‘ یہ بھی تو نامناسب ہے۔“ فضل صاحب نے سمجھایا۔

”بابا! اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں کہ اپنے اہل و عیال کو نماز کا اور اس پر کاربند رہنے کا حکم دو۔

ہم آپ سے روزی کموانا نہیں چاہتے‘ رزق تو ہم آپ کو دیں گے اور بہترین انجام صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کے لیے ہے۔

بابا! جب ہمارا مقصد کمانا نہیں‘ بلکہ نماز ہے تو میں مقصد کو چھوڑ کر غیر مقصد کی طرف کیوں بھاگوں؟“

ارشاد نے قرآن پاک کا حوالہ دے کر جواب دیا تو بابا کی پلکیں بھیگ گئیں۔

”بیٹا! تمھارا شکریہ کہ تم نے مجھے اللہ کے حکم سے آگاہ کیا‘ ورنہ میں تو بھٹکتا ہی رہتا... ! !“

اور انھوں نے مشکور نظروں سے ارشاد کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے بازو پھیلائے تو ارشاد اپنے باپ کی شفیق بانہوں میں چھپ گیا۔

اُسے اپنے رب اور والد کی رضامندی کی خوشی تھی اور سیٹھ صاحب کو اپنے بیٹے کی تابع داری پر بے حد فخر محسوس ہو رہا تھا۔

کئی سال پہلے چودہ فروری کا دن آتا اور دوسرے دنوں کی طرح خاموشی سے گزر جاتا‘ نہ اس دن کو کوئی ویلنٹائن ڈے مناتا‘ نہ کوئی تقریب رونما ہوتی‘ نہ کوئی ہنگامہ ہوتا‘ نہ کوئی دل آویز واقعہ دیکھنے کو ملتا‘ نہ کوئی انتظار کرتا اور نہ ہی کوئی جانے کی فکر کرتا‘ مگر چند سال پہلے مغربی ہواؤں نے مشرق کا رُخ اختیار کر لیا‘ جس نے مشرقی تہذیب کا جنازہ نکال دیا اور ایسی وبا پھیلی کہ جس نے مسلمانوں کو بدکردار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ایسی بے حیائی کا سیلاب اُمڈ آیا کہ جس نے اخلاقیات کا جنازہ نکال کر مسلمانوں میں حیا کے وجود کو ناپید کر دیا اور ایسے رسومات کا نقب لگا دیا کہ جس میں گھسنے والا انجات سمجھنے لگا۔ اہلِ یورپ نے جس طرح بے حیائی اور بے شرمی کا عنصر مسلمانوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے‘ اس کی نظیر شاید کہ زمانے میں نہ مل سکے۔

ایک یہودی مستشرق کا کہنا ہے کہ ”مسلمانوں سے اگر ہم ہزار بار لڑیں تو شکست ہماری مقدّر ہو گی‘ لیکن اگر بے حیائی اور بے غیرتی‘ فحاشی اور عریانی ان میں پھیلائی جائے تو یہ ہمارے لیے بڑی کامیابی ہے۔“ ان کے اس قول سے ہر صاحبِ عقل اندازہ لگا سکتا ہے کہ انھوں نے ہمارے اندر کس کس انداز سے بے حیائی کا عنصر پھیلانے کی کوشش کی ہے‘ وہ اگر معمولی سا جشن کرتے ہیں‘ تھوڑی سی خوشی مناتے ہیں تو ہماری نوجوان نسل اس کی پیروی کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتی ہے... ! مغرب کا بدنام معاشرہ... ! جس میں نہ اخلاق کی مثال ملتی ہے‘ نہ پُرامن معاشرے کی‘ نہ آرام ہے‘ نہ سکون ہے‘ نہ حیا ہے‘ نہ غیرت ہے اور ان کو یہ بات بالکل ہضم نہیں ہوتی کہ مسلمان چین سے بیٹھیں‘ ترقی کریں‘ نام پیدا کریں‘ ان کے نسب محفوظ ہوں‘ سکون و آرام ہو‘ اس لیے وہ اپنا خود کاشتہ پودا لگا کر یعنی مسلمانوں میں اپنا بجٹ بنا کر‘ مال و دولت کی لالچ دے کر مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ کبھی مرزا قادیانی تو کبھی غلام احمد پرویز اور کبھی کسی اور کو پکڑ کر مسلمانوں کے لیے آستین کا سانپ بنا کر مسلمانوں کو ان کے ذریعے ڈسنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اے میری پیاری قوم! ہمیں کیوں غیروں کے طریقوں کو اپنانے میں مزہ آتا ہے؟ ہمیں کیوں ان کی بنائی ہوئی بدنام تہذیب پر عمل کرنے کے بغیر چین نہیں آتا؟ ہم نے اپنے آئیڈیل کو کیوں بھلا دیا؟ ہم نے دینِ اسلام کو سر آنکھوں سے کیوں نہیں لگایا؟ ہم نے غیروں کے طریقوں سے نفرت کیوں نہیں کی؟ اب بھی وقت ہے ”جب تک سانس ہے تب تک چانس ہے“ توبہ کا دروازہ کھلا ہے‘ اس لیے خود بھی سدھر جائیں اور اوروں کو بھی راہِ راست پر لائیں۔

اب آئے جس کے جی میں وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرِ عام رکھ دیا

جمال اللہ فاروقی

انسانیت کا زیور

انسان وہ واحد جاندار ہے جس میں فطری طور پر حیا پائی جاتی ہے۔ عام جاندار اس صفت سے خالی ہیں۔ برسوں سال پہلے جب انسان کے پاس پہننے کو کچھ نہیں ہوتا تھا' تب بھی وہ جانوروں کی کھال سے جسم ڈھانپنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس کے برعکس شیطان ازل سے انسان کی حیا کو تار تار کرنے پر تلا ہوا ہے۔ ہر لمحہ وہ یہی چاہتا ہے' یہی وجہ ہے کہ شیطان نے سب سے پہلے جب حضرت آدم کو کہا کہ اس درخت کا پھل کھالو' اور انھوں نے کھایا' تو بطور سزا وہ بے لباس ہوگئے' تو شیطان کا اصل مقصد انسان کی شرم و حیا پر وار کرنا ہے' جس کے معدوم ہونے کے بعد انسان رشتوں کو پہچاننا بھول جاتا ہے اور دوسروں کی عفت و پاکدامنی پر ڈاکہ ڈالنے سے بھی باز نہیں آتا۔ ہمارے دین میں حیا اور پاکدامنی کے بڑی اہمیت آئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "ایمان اور حیا ساتھ ساتھ ہیں جب ایک کو اٹھا لیا جاتا ہے' تو دوسرے کو بھی اٹھا لیا جاتا ہے۔" حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنواری پردہ نشین عورت سے بھی کہیں زیادہ حیادار تھے۔" اسی لیے ہر قبیح قول و فعل اور اخلاق سے گری ہوئی ہر طرح کی حرکات و سکنات سے آپ کا دامنِ عفت و عصمت تاحیات پاک رہا۔ امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "محسن انسانیت ﷺ نہ فحش کلام تھے' نہ بیہودہ گوئی کرتے تھے اور نہ ہی بازاروں میں شور کیا کرتے تھے' برائی کا بدلہ کبھی برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے۔" یہاں تک کہ زوجہ محترمہ ہوتے ہوئے بھی آپ نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برہنہ نہ دیکھا تھا۔ اللہ تعالی کا ہر عذاب اگرچہ بڑا عذاب ہے لیکن سب سے سخت ترین عذاب قوم لوط پر آیا۔ اس قوم کے جرائم میں ایک جرم یہ بھی تھا کہ وہ شرم و حیا سے عاری ہو چکی تھی اور بے حیائی کے کام بھری محفلوں میں سرعام کیا کرتے تھے۔ قوم لوط کے لوگوں کی گفتگوئیں' ان کی حرکات و سکنات' اشارات و کنایات اور ان کے محلے اور بازار سب کے سب عریانی و فحاشی اور برائی و بے حیائی کا مرقع تھے' تبھی وہ غضب خداوندی کے مستحق ٹھہرے۔ حیا ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو ہر برائی اور غلط فعل سے روکتی ہے۔ حیا کے بغیر انسان بے مہار گھوڑے کی مانند ہے اس کا جب جی چاہے اور جہاں چاہے چلا جاتا ہے۔ سرور دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے: "جب حیا نہ رہے تو جو چاہے کرو۔" یوں تو حیا کا مفہوم بہت وسیع ہے لیکن حیا کا اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالی سے حیا کرے۔ حیا ایک نور ہے جو انسان کو خلوت و جلوت میں استقامت پر مجبور کرتا ہے۔ دل میں حیا پختہ کرنے کے لیے اللہ تعالی کی نعمتوں اور احسانات کو یاد کرنا اور اس کے مقابلے میں اپنی کارستانیوں کو مدنظر رکھنا چاہیے اور یہ تصور بنانا کہ اللہ تعالی اسے ہر وقت دیکھ اور سن رہا ہے انسان کی حیا میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

طارق محمود

فریب

نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ ایک صحابیؓ کو دیکھا جو اپنے بھائی کو سمجھا رہا تھا کہ زیادہ شرم نہ کیا کرو' آپ ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا: فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ" حیا ایمان کا جزو ہے۔" گویا کہ جس میں حیا ہوگی تو اس میں ایمان بھی ہوگا اور جس کے اندر حیا نہیں ہوگی تو یقیناً ایمان کی اس میں کمی ہوگی۔ ایک اور مقام پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ

"حیا خیر ہی کی موجب ہوتی ہے۔" یعنی انسان کے اندر حیا کی جتنی ترقی ہوتی چلی جائے گی اتنی ہی خیر بڑھتی جائے گی' گویا حیا ایک ایسا انسانی وصف ہے کہ جس کو انسان کی سیرت سازی میں بہت زیادہ دخل ہے۔ لیکن آج کا انسان اس کے برعکس اپنی حیا کھو کر نفسانی خواہشات کا پیروکار بن کر جینا چاہتا ہے۔ فحاشی اور بے حیائی کا ایک طوفان ہے' جو مغرب سے اٹھ رہا ہے اور غلامی میں ڈوبے مسلمانوں کی زندگی میں ہل چل مچاتا اور بے چینی بڑھاتا چلا جارہا ہے' بلکہ وہ اپنے اس مقصد میں کافی حد تک کامیاب نظر آتے ہیں' جب ماہِ فروری میں ہماری نوجوان نسل پیار و محبت کے فریب میں مبتلا نظر آتی ہے' ہر چیز سرخ رنگ میں رنگی ہوئی ہوتی ہے... گھروں میں ایک شور برپا ہوتا ہے... سرخ رنگ کے کپڑے' سرخ رنگ کی سینڈل' سرخ رنگ کا میک اپ اور نجانے کیا کیا... ہر طرف نوجوان نسل سرخ رنگ میں ڈوبی نظر آتی ہے' حالاں کہ کفر اور اسلام دونوں کا رہن سہن' طور طریقے' انداز و اطوار' تہوار' لباس و پوشاک سب ہی تو مختلف ہیں۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا: "ہر دین کی ایک امتیازی علامت ہوتی ہے اور اسلام کا امتیاز حیا ہے۔" پھر شرم و حیا ہی وہ جذبہ ہے جو انسان اور جانور میں فرق کرتا ہے'

اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا: إِذَا لَمْ تَسْتَحِي فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

"جب تم میں حیا ختم ہوجائے تو پھر جو چاہے کرو۔" جب انسان کے اندر سے شرم و حیا ہی ختم ہوجائے تو پھر باقی کچھ نہیں رہتا' پھر انسان سب کچھ کر گزرتا ہے' اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ عوامل اور تہوار جو معاشرے میں بے حیائی کا سبب بن رہے ہیں' جیسے مغربی تہذیب' فحش لٹریچر' فلم اور ڈرامے جیسی خرافات اور ایسی محافل جس میں مرد و زن کا مخلوط میل ملاپ ہو' ان سے بچا جائے۔

حیا

حکیم شمیم احمد

حیا ایسی اعلیٰ صفت ہے جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کو انتہائی محبوب ہے' چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے ایک صحابیؓ سے ارشاد فرمایا: اِنَّ رَبَّکُمْ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ اَنْ یَرُدَّہُ صِفْرًا کہ تمہارے رب بہت کریم اور حیا والے ہیں' جب بندہ اُس کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ کو اسے خالی ہاتھ لوٹانے سے حیا آتی ہے۔اور خود حضور سرکار دو عالم ﷺ اپنی ذات میں بہت ہی حیا والے تھے۔ چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَشَدُّ حَیَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِھَا کہ نبی کریم ﷺ پردہ نشین دوشیزہ سے بھی زیادہ حیا والے تھے۔

مقام صد افسوس ہے کہ موجودہ دور کے مسلمان بھی اغیار کی تقلید کرتے ہوئے دانستہ و نادانستہ طور پر بے حیائی کو فروغ دے رہے ہیں ''ویلنٹائن ڈے'' اسی کا شاخسانہ ہے۔ موجودہ نسل مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کرتے ہوئے ہر سال فروری کے مہینے میں' محبتوں کا تقدس پامال کرتے ہوئے اس دن کو مناتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِنَ الْاِیْمَانِ اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے حیا کو ایمان کا جز قرار دیا ہے۔حیا خواتین کا قیمتی زیور ہے جب حیا ہی لٹ گئی تو باقی کیا بچا۔کالج کے ایک پرنسپل نے اندوہ ناک واقعہ کچھ یوں سنایا کہ ''ہمارے کالج میں ایک طالبہ تین دن سے اپنے گھر نہیں گئی تھی' ایک دن اُس کے ابا نے آکر مجھ سے پوچھا کہ وہ کالج میں باقاعدگی سے پڑھنے آتی ہے؟ رجسٹر میں اس کی حاضری ہے یا نہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں' ہر روز پڑھنے آتی ہے' پورے وقت کلاس میں حاضر رہتی ہے' لیکن شام کو گھر نہیں جاتی' اپنی کسی کلاس فیلو کے ہاں چلی جاتی ہے۔تو ابا جان نے کہا: نوپرابلم (Noproblem) پڑھتی تو ہے نا' بس ٹھیک ہے' پڑھنے کے علاوہ جہاں چاہے جائے مجھے کوئی غم نہیں' بس تعلیم کا کوئی حرج نہ ہو۔ یہ ہے ابا جان کی غیرت اور حیا کا جنازہ!

ایک بزرگ نے حیا کی حفاظت کو ایک خوب صورت مثال سے سمجھایا: ''تم قصاب کی دکان سے گوشت لے کر چلتے ہو تو تھیلے میں حفاظت سے رکھتے ہو' تاکہ چیل جھپٹا مار کر نہ لے اُڑے' گھر میں دودھ ڈھک کر رکھتے ہو' تاکہ بلی نہ پی جائے اور روٹیاں ڈھک کر رکھتے ہو تاکہ چوہے نہ کتر لیں' تو چوہوں سے روٹیوں کی حفاظت ضروری' بلی سے دودھ کی حفاظت ضروری' چیلوں سے گوشت کی حفاظت ضروری اور جیب کتروں سے نوٹوں کی حفاظت ضروری' تو کیا جوان بیٹیوں اور جوان بہنوں کی حفاظت ضروری نہیں ہے؟

حدیث میں حیا کو دین اسلام کی صفت اور عادت قرار دیا ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَیَاءُ (سنن ابن ماجہ) کہ ''ہر دین کی ایک عادت ہوتی ہے اور اسلام کی عادت حیا ہے'' صحیح بخاری میں ارشاد نبوی ہے: اَلْحَیَاءُ لَا یَأْتِیْ اِلَّا بِالْخَیْرِ کہ ''حیا کا نتیجہ ہمیشہ خیر کی صورت میں ہی نکلتا ہے''

اس پر فتن دور میں انسانیت سوز' دل خراش اور درندگی کے آئے دن واقعات پیش آرہے ہیں' یہ درندہ صفت انسان معصوم بچے اور بچیوں کی عزت' آبرو اور جانوں سے کھیل رہے ہیں' متاثرہ خاندان چند دن تک احتجاج کرکے صبر کر لیتے ہیں' اقتدار اعلیٰ مجرم کو عبرت ناک سزا دینے کے لیے وعدہ تو کر لیتے ہیں' لیکن کیفرِ کردار تک نہیں پہنچاتے۔ کیا اس طرح درندگی اور وحشیانہ مناظر کا سدّباب ہو سکے گا۔

قرآن حکیم کئی سو سال پہلے اس کا حل پیش کرچکا ہے کہ بے حیائی اور فحاشی کو رواج نہ دیا جائے۔آج کا تاجر چند سکّوں کی خاطر عریانی اور فحاشی کو پھیلا رہا ہے۔آج پچیس سے ستائیس سال کے نوجوان سب سے زیادہ خودکشی کر رہے ہیں یا نشے کے عادی بن رہے ہیں۔اس نسل کو بگاڑنے میں کس کا ہاتھ ہے؟ کبھی سوچا ہم نے! پہلے یہ گندگی شہر کے سینما گھروں تک محدود تھی' اب تو ہر گھر میں پھیلتی جارہی ہے۔ماں باپ بچوں کے ساتھ ٹی وی اسکرین پر عشقیہ ڈرامے دیکھ رہے ہیں' شرم و حیا کا جنازہ نکلتا جارہا ہے۔اگر اس وبا کو ختم نہ کیا گیا اور آج اس کی فکر نہ کی گئی تو خدانخواستہ پھر وہ دن دور نہیں' جب ہر گلی کوچے میں یہ درندگی کے مناظر نظر آنے لگیں گے۔

قرآن حکیم اس فحاشی کا سدّباب کرنے کے لیے حدود وقیود اس طرح بیان کرتا ہے' کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں' بیٹیوں اور ایمان والیوں سے کہا جارہا ہے کہ اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھیں' اور جسموں کو چادر سے ڈھانپ لیں۔ (بقیہ ص 21 پر)

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

سوال : ... خواتین کے پردے کے بارے میں اسلام کیا حکم دیتا ہے؟ کیا صرف برقع پہن لینا پردے میں شامل ہو جاتا ہے؟ آج کل میرے دوستوں میں یہ مسئلہ زیرِ بحث ہے۔ چند دوست کہتے ہیں کہ "برقع پہن لینے کے نام کا کہاں حکم ہے؟" وہ کہتے ہیں "صرف حیا کا نام پردہ ہے۔" میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ پردے کے بارے میں قرآن و سنت کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ تفصیلاً بتائیں۔

جواب... آپ کے دوستوں کا یہ ارشاد تو اپنی جگہ صحیح ہے کہ "شرم و حیا کا نام پردہ ہے" مگر ان کا یہ فقرہ نامکمل اور ادھورا ہے۔ انہیں اس کے ساتھ یہ بھی کہنا چاہیے کہ "شرم و حیا کی شکلیں متعین کرنے کے لئے ہم عقلِ سلیم اور وحی آسمانی کے محتاج ہیں۔" یہ تو ظاہر ہے کہ شرم و حیا ایک اندرونی کیفیت ہے' اس کا ظہور کسی نہ کسی شکل میں ہوگا' اگر وہ شکل عقل و فطرت کے مطابق ہے تو شرم و حیا کا مظاہرہ بھی صحیح ہوگا اور اگر اس شکل کو عقلِ صحیح اور فطرتِ سلیمہ قبول نہیں کرتی تو شرم و حیا کا دعویٰ اس پاکیزہ صفت سے مذاق تصوّر ہوگا۔

فرض کیجئے! کوئی صاحب بقائمی ہوش و حواس بدن کے سارے کپڑے اُتار پھینکیں اور لباسِ عریانی زیبِ تن فرما کر "شرم و حیا" کا مظاہرہ کریں تو غالباً آپ کے دوست بھی ان صاحب کے دعویٔ شرم و حیا کو تسلیم کرنے سے قاصر ہوں گے اور اسے شرم و حیا کے ایسے مظاہرے کا مشورہ دیں گے جو عقل و فطرت سے ہم آہنگ ہو۔

سوال ہوگا کہ عقل و فطرت کے صحیح ہونے کا معیار کیا ہے؟ اور یہ فیصلہ کس طرح ہو کہ شرم و حیا کا فلاں مظاہرہ عقل و فطرت کے مطابق ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں کسی اور قوم کو پریشانی ہو تو ہو' مگر اہلِ اسلام کو کوئی اُلجھن نہیں۔ ان کے پاس خالقِ فطرت کے عطا کردہ اُصولِ زندگی اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہیں' جو اُس نے عقل و فطرت کے تمام گوشوں کو سامنے رکھ کر وضع فرمائے ہیں۔ انہی اُصولِ زندگی کا نام "اسلام" ہے۔ پس خدا تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شرم و حیا کے جو مظاہرے تجویز کیے ہیں وہ فطرت کی آواز ہیں' اور عقلِ سلیم ان کی حکمت و گہرائی پر مہرِ تصدیق ثبت کرتی ہے (یعنی تصدیق و تائید کی مہر لگاتی ہے)۔

آیئے! ذرا دیکھیں کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ مقدّسہ میں اس سلسلے میں کیا ہدایات دی گئی ہیں۔

1۔ صنف نازک کی وضع وساخت ہی فطرت نے ایسی بنائی ہے کہ اسے سراپا ستر کہنا چاہیے' یہی وجہ ہے کہ خالقِ فطرت نے بلاضرورت اس کے گھر سے نکلنے کو برداشت نہیں کیا' تاکہ یہ گوہرِ آب دار (چمکتا دمکتا موتی) ناپاک نظروں کی ہوس سے گرد آلود نہ ہو جائے' قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى (الأحزاب: 33)

ترجمہ: "اور ٹکی رہو اپنے گھروں میں اور مت نکلو پہلی جاہلیت کی طرح بن ٹھن کر۔"

قرآن کی طرح صاحبِ قرآن ﷺ نے بھی صنفِ نازک کو سراپا ستر قرار دے کر بلا ضرورت باہر نکلنے کو ناجائز فرمایا ہے:

وَعَنْهُ (عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ (الترمذی' مشکوٰۃ' ص: 169)

ترجمہ: "حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورت سراپا ستر ہے' پس جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک کرتا ہے۔"

2۔ اور اگر ضروری کاموں کے لیے اسے گھر سے باہر قدم رکھنا پڑے تو اسے حکم دیا گیا کہ وہ ایسی بڑی چادر اوڑھ کر باہر نکلے جس سے پورا بدن سر سے پاؤں تک ڈھک جائے' سورۂ احزاب میں ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ (الأحزاب: 59)

ترجمہ: "اے نبی! اپنی بیبیوں' صاحب زادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ (جب باہر نکلیں تو) اپنے اوپر بڑی چادریں جھکا لیا کریں۔" مطلب یہ کہ ان کو بڑی

چادر میں لپٹ کر نکلنا چاہیے اور چہرے پر چادر کا گھونگھٹ (برقع/نقاب) ہونا چاہیے۔ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ کے مقدّس دور میں خواتینِ اسلام کا یہی معمول تھا۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ: ’’خواتین آنحضرت ﷺ کی اقتدا میں نماز کے لیے مسجد آتی تھیں تو اپنی چادروں میں اس طرح لپٹی ہوئی ہوتی تھیں کہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔‘‘

مسجد اور گھر کے درمیان تو پھر بھی فاصلہ ہوتا ہے، آنحضرت ﷺ نے اسلام کے قانونِ ستر کا یہاں تک لحاظ کیا ہے کہ عورت کے اپنے مکان کے حصوں کو تقسیم کر کے فرمایا: فلاں حصے میں اس کا نماز پڑھنا فلاں حصے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا. (الترمذی، مشکوٰۃ، ص: ۲۶۹)

ترجمہ: ’’عورت کی سب سے افضل نماز وہ ہے جو اپنے گھر کی چار دیواری میں ادا کرے اور اپنے مکان کے کمرے میں نماز ادا کرنا صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور پچھلے کمرے میں نماز پڑھنا آگے کے کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔‘‘

3۔ عورت گھر سے باہر نکلے تو اسے صرف یہی تاکید نہیں کہ چادر یا برقع اوڑھ کر نکلے، بلکہ گوہرِ نایاب، شرم و حیا کو محفوظ رکھنے کے لئے مزید ہدایات بھی دی گئیں۔ مثلاً: مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کے پھول کو نظرِ بد کی بادِ سموم سے محفوظ رکھیں، سورۃ النور میں ارشاد ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (30) ترجمہ: اے نبی! مؤمنوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے۔‘‘

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (31) ترجمہ: ’’اور مؤمن عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کا اظہار نہ کریں، مگر یہ کہ مجبوری سے کھل جائے۔‘‘

ایک ہدایت یہ دی گئی کہ عورتیں اس طرح نہ چلیں جس سے ان کی مخفی زینت کا اظہار نامحرموں کے لئے باعث کشش ہو، قرآن کی مندرجہ بالا آیت کے آخر میں فرمایا ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ (النور: 31)

ترجمہ: ’’اور اپنا پاؤں اس طرح نہ رکھیں کہ جس سے ان کی مخفی زینت ظاہر ہو جائے۔‘‘

ایک ہدایت یہ دی گئی ہے کہ اگر اچانک کسی نامحرم پر نظر پڑ جائے تو اسے فوراً ہٹا لے، اور دوبارہ قصداً دیکھنے کی کوشش نہ کرے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’اے علی! اچانک نظر کے بعد دوبارہ نظر مت کرو، پہلی تو (بے اختیار ہونے کی وجہ سے) تمہیں معاف ہے، مگر دوسری کا گناہ ہوگا۔‘‘ (مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ، ص: 269)

بقیہ حیا

ایک صاحب کی اہلیہ عالمہ تھیں۔ اُن کی قرآن پر بڑی گہری نظر تھی۔ ایک دن شوہر کو شدّت کی پیاس لگی۔ انھوں نے پانی کے لیے کچن کا رُخ کیا، لیکن اہلیہ نے اُن کو کچن میں جانے سے روک دیا، یہ کہتے ہوئے کہ کچن میں ماسی کام کر رہی ہے۔ میں ابھی آپ کو پانی پلا دیتی ہوں۔ وہ کہنے لگے: کیا تم مجھ پر اس بڑھاپے میں بھی شک کرتی ہو۔ اہلیہ نے عرض کیا: میں نے آپ کو شک کی بنا پر نہیں روکا اور پھر برجستہ سورۂ یٰسٓ کی یہ آیات تلاوت کیں:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ

کہ اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تمہیں تاکید نہ کر دی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے

اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا، یہی سیدھا راستہ ہے اور البتہ اُس نے تم میں بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا تھا۔ کیا بھلا تم سمجھتے نہیں تھے۔

قارئین کرام! حیا ایک ایسی صفت ہے جو ہر طرح کی برائی اور گناہوں کے لیے آڑ بن جاتی ہے اور اگر خدانخواستہ حیا کی یہ عظیم صفت انسان سے رُخصت ہو جائے تو انسان اور برائی کے درمیان حائل پردہ ختم ہو جاتا ہے اور پھر اگر بے حیائی معاشرے میں آجائے تو پورا معاشرہ انارکی کا شکار ہو جاتا ہے۔ پھر عزتیں محفوظ نہیں رہتیں۔ ادب و احترام ختم ہو جاتا ہے اور برائیاں جنم لیتی ہیں۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے ’’بے حیا باش وہرچہ خواہی کن‘‘ جب تم سے حیا نکل جائے تو جو چاہے کرو۔ جتنے بھی انبیاء دنیا میں مبعوث ہوئے سب نے حیا کا درس دیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا فَاتَكَ الْحَيَاءُ فَافْعَلْ

’’یعنی تمام انبیاء کی مشترکہ باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ اگر تم سے حیا رُخصت ہو جائے تو تم کچھ بھی کر سکتے ہو۔‘‘

قارئین کرام! ’’ویلنٹائن ڈے‘‘ سمیت جتنی بھی فحاشی اور بے حیائی کی شکلیں ہیں، اُن سے ہم اپنی اولادوں اور نوجوان نسل کو بچانے کی فکر کریں

اور شرم و حیا، ادب و احترام اور عفت و پاک دامنی کو فروغ دیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے وہ ہمیں تمام بے حیائی کے کاموں سے محفوظ رکھے۔ آمین!

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی

نادیہ فاروقی

یوں تو حیا مرد اور عورت دونوں کے لیے ضروری ہے‘ لیکن اس معاملے میں عورت کا کردار زیادہ اہم ہے۔ حیا و شرم عورت کا زیور اور طرّۂ امتیاز ہے۔ یہ جذبہ عورت میں کردار کی عظمت کا ضامن‘ عفت و پاک دامنی کا آئینہ دار‘ شرافت و نجابت کا مظہر اور طہارت و پاکیزگی کا محرّک ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عورت کو کسی خاطر میں نہ لایا جاتا تھا‘ اسے گھر کی لونڈی اور پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا تھا۔ بیٹی پیدا ہوتی تو زمین میں زندہ گاڑھ دی جاتی‘ حق کے لیے آواز اٹھانا چاہتی تو آواز ہی دبا دی جاتی‘ بیوہ ہو جاتی تو سال بھر کے لیے اسے تنگ اور تاریک کمرے میں بند کیا جاتا اور اسے منحوس سمجھا جاتا کہ یہ اپنے شوہر کو کھا گئی ہے۔

تاریکی کے اُس دور میں جب اسلام نے اپنی شمع روشن کی تو سب سے پہلے عورت کو اس کے حقوق دلائے۔ وہ بیٹی ہے تو بیٹی کے حقوق کو بتاتے ہوئے اسے رحمت کہا۔ ماں ہے تو ماں کے قدموں تلے جنت رکھ کر اس کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔ غرض عورت جس رشتے سے بھی منسلک ہوئی‘ اسے وہ حقوق واپس دلائے جس کی وہ حق دار تھی۔ اس کی عزت و عظمت کا خیال رکھا۔ عورت کی عزت کی خاطر مرد کو نجانے کن کن احکامات کا پابند بنایا۔ عورت کو بری نظر سے بچانے کے لیے کیسے کیسے احکامات جاری کیے‘ تاکہ عورت جو کسی گھر کی عزت ہوتی ہے‘ اس پر کسی کی میلی نظر بھی اٹھنے نہ پائے۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حیا عورت کا زیور ہے۔ کہیں فرمایا: اگر تم میں شرم نہیں تو جو چاہو‘ کرو۔ کہیں فرمایا: مرد و عورت نگاہیں جھکائے رکھیں۔ کہیں فرمایا: عورتیں راستوں کے کنارے کنارے چلیں‘ زیورات بجاتی ہوئی نہ چلا کریں‘ اجنبی مردوں سے ملائمت سے بات نہ کریں۔ کہیں فرمایا: عورت کے لیے دیور موت ہے۔ کہیں فرمایا: خوش بو لگا کر بازاروں اور گلیوں کو مہکاتی ہوئی چلنے والی عورت زانیہ ہے!!

یہ ہدایات واضح طور پر عورت کی حیا کی چادر کو برقرار رکھنے کے لیے ہے‘ لیکن شریعت کی ان حیاآفریں تعلیمات کے باوجود شرم و حیا اور عفت و پاک دامنی کا وہ جنازہ نکلتا ہے کہ دیکھ کر دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔ کہاں ہیں وہ بنتِ حوا...؟ جس کے نام ”عورت“ کا مطلب ہی حیا کی پیکر اور چھپی ہوئی چیز ہونا ہے‘ لیکن یہ صنفِ نازک جب بازاروں اور راستوں میں زینت کے تمام لوازمات سے آراستہ و پیراستہ ہو کر دعوتِ نظارہ دے رہی ہوتی ہے... زرق برق لباس‘ عریاں و نیم عریاں بازو‘ لب ہائے گلگوں‘ چمکتے ہوئے عارض‘ چشم ہائے نیم باز و‘ بکھری ہوئی زلفیں‘ اٹکھیلیاں و عشوہ طرازیاں‘ زیورات سے لدی پھندی‘ آرائش و زیبائش کے نت نئے سامانوں کے ساتھ سجی سنوری الامان الحفیظ! منظر ایسا ہوتا ہے‘ جیسے یہ بازار نہیں بلکہ حسن کی نمائش گاہ ہے‘ جہاں خواتین انواع واقسام کے میک اپ اور تزئین وآرائش کے بل بوتے ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کے درپے ہیں۔ بازار کی قیامت خیز بھیڑ میں ڈوبتی ابھرتی خواتین‘ شیطان لعین کو شکار گاہ فراہم کر رہی ہوتی ہیں۔ اس قسم کی نسوانی بھیڑ میں آوارہ مزاج لڑکوں کی تو بَن آتی ہے اور وہ اس بھرے بازار میں اپنی پیاسی طبیعتوں کی تسکین کا سامان کر لیتے ہیں‘ مگر بنتِ حوّا یہ نہیں سمجھ پاتی کہ بے خبری میں بھی اس کے وجودِ ناز سے لمحوں میں آوارہ نظریں بڑی صفائی سے لذت اندوزی کا سامان اور اس کی سفید چادر کو چھلنی کر چکے ہوتے ہیں۔

یہ بات صرف بازار تک ہی محدود نہیں...شادی کی تقریب ہو یا غمی کا سوگ‘ جب عورت اسلام کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال کر حیا کی چادر اتار پھینکتی ہے تو حقیقت میں وہ اپنی تباہی کا سامان تیار کر رہی ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پہلے رشتے تباہ ہوتے ہیں‘ رشتوں سے گھر اور گھروں سے خاندان تک اجڑ جاتے ہیں اور طلاق جیسی برائیاں معاشرے کا حصہ بننے لگتی ہیں۔ اس کے برعکس دینِ متین کے آسان احکامات پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف دنیا میں عظمت و عصمت کی زندگی گزاری جاسکتی ہے‘ بلکہ آخرت کی ابدی زندگی بھی سنواری جاسکتی ہے۔ ورنہ! اس دور کے حالات جب نظر آتے ہیں تو دل کی دھڑکنوں سے یہ آواز آتی ہے۔

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تیری رہے بے داغ

قسط نمبر 4

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

● جنید حسن

غارِ حرامیں درود پڑھ کر میں دائیں طرف ذراسی پیچھے کو بنی جگہ کی طرف کِھسک گیا اور میری جگہ دوسرے آدمی نے سنبھال لی۔ وہاں بھی میں نے دیوار سے ٹیک لگایا اور اسی طرح درود پڑھ کر ایک منٹ کے اندر اندر باہر آگیا۔

میں ستمبر 2014ء میں حادثاتی طور پر نانگا پربت جانے والے ایک ٹریکرز گروپ کا حصہ بن گیا تھا۔ ہم نے صفر (0) میٹر سے سفر شروع کیا (کیوں کہ کراچی سمندر کی سطح پر واقع ہے) اور چار ہزار دو سو (4200) میٹر کی بلندی تک نانگا پربت بیس کیمپ پر جا کے دم لیا۔ پہاڑ کی چڑھائی اور اُترائی نہایت دُشوار گزار ہوتی ہے۔ نانگا پربت پہاڑ پر چڑھتے وقت عصا (stick) کی اہمیت سے میں پہلی بار روشناس ہوا تھا، جو کوہ پیماؤں کے بنیادی سامانِ سفر کا حصہ ہوتا ہے۔

جبلِ نور پہنچا تو عصا کا خیال ذہن میں تھا۔ اللہ کی مدد ہوئی کہ کل والی دکان پر ہی عصا رکھے نظر آئے۔ میں نے ایک عصا خریدا اور چڑھنے اور اترنے میں کئی جگہ عصا پر وزن ڈال کر سہارا لیا، جس سے رانیں دباؤ پڑنے سے محفوظ رہیں، مگر اس سے قطع نظر بچے، بڑے، بوڑھے اور خواتین سب ہی ایک جذبہ لیے غار کو جاتے اور وہاں سے آتے دکھائی دے رہے تھے، جس نے مجھے ابتدا میں بہت تقویت دی تھی۔ پہاڑ پر چڑھتے اُترتے مجھے شدّت سے احساس ہو رہا تھا کہ اللہ رب العزت نے مجھے شاید نانگا پربت اِس دن کے لیے بھیجا تھا، تاکہ میری ٹریننگ اچھی طرح سے ہو جائے اور چڑھنے میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ وَمَا تَوْفِيْقِىْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ

غار سے واپسی کا سفر شروع کیا۔ پہلے تو اونچائی کی طرف آیا۔ بلندی سے ایک دفعہ پھر چوٹی کے اطراف کا اور غار کا مشاہدہ کیا، جہاں دہانے کے اوپر اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ لکھا ہوا ہے۔ علق تک یہ پہلی دو آیتیں ہیں ان کے ساتھ تین اور آیتیں اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ کو ملا کر یہ پانچ آیتیں اسی غار میں پہلی دفعہ قرآن بن کر نازل ہوئی تھیں۔ واپسی کا راستہ نسبتاً جلدی طے ہو جاتا ہے، جو خیر اور عافیت سے ہوا اور سفر میں کُل پونے دو گھنٹے لگے تھے۔

غار میں لوگوں کو نماز پڑھتا دیکھ کر میرے بھی دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی تھی کہ میں بھی جبلِ نور پر کہیں نماز پڑھ سکوں۔ دکانوں کے سامنے گلی میں ایک مسجد ہے، وہاں سے مغرب کی اذان ہونے لگی تھی۔ اللہ نے میری خواہش کو پورا کیا اور جب تک میں مسجد پہنچا جماعت کھڑی نہیں ہوئی تھی۔ غارِ حرا کی زیارت کے ساتھ جبلِ نور پر نماز ادا کر کے بہت لطف آیا۔ الحمد للہ!

مسجد سے نکلا اور ایک دکان سے صافہ خریدا۔ فوراً ایک ٹیکسی والا بھی مل گیا، جس سے مناسب کرایہ طے ہوا اور میں اپنی اگلی منزل مسجدِ جن کی سمت چلا۔ کچھ ہی دیر بعد میں مسجدِ جن کے سامنے اتر گیا اور مسجد میں داخل ہوا۔ اندر سے مسجد بہت خوب صورت تھی۔ میں باہر سے دیکھ چکا تھا کہ مسجد کی عمارت چھوٹی ہے، مگر اسے بہت اچھا آرائش کیا گیا ہے۔ اندر چھوٹے چھوٹے زرد پھولوں والے سرخ رنگ کے بہترین قالین مصلّے کے طور پر بچھے ہوئے تھے۔ چھت سے ایک فانوس لٹکا ہوا تھا، جس کا خوب صورت فرش اوپری فلور کے شیشوں میں بَھلا دِکھ رہا تھا۔ ایک صاف سُتھرا بڑا سا ہال تھا جس کے آخری سِرے پر امام کا مصلّیٰ تھا۔ اس کے ساتھ ہی دائیں طرف ایک کھڑکی نُما جگہ کے آگے رحل اور مائیک... ایک بڑے سے ڈائس پر فِکس کیے ہوئے تھے۔ مائیک کے پیچھے خطیب یا قاری کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ میں نے امام کے مصلّے کے ساتھ والے ستون کے پیچھے، جو موذن کی جائے نماز کے بائیں طرف برابر میں تھا نفل نماز ادا کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسجد میں یہ خیال ذہن پر برابر دستک دیتا رہا کہ یہاں جن بھی موجود ہیں۔ آخر اس مقدّس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہزاروں جنوں نے تلاوتِ قرآن سنی اور مشرّف بہ اسلام ہوئے تھے۔

مسجد سے نکل کر میں نے بیت اللہ کے لیے ٹیکسی کروائی۔ ڈرائیور معاویہ ایک بامروت اور ادب کرنے والا پاکستانی نوجوان تھا، جس کا تعلق ملتان سے تھا، وہ مجھے قابلِ اعتماد لگا۔ اگلے دن ہمارا مدینہ جانے کا پروگرام تھا۔ معاویہ سے جب میں نے اس سلسلے میں بات کی تو اس نے اگلے دن کے لیے ہمیں ایک پرائیویٹ گاڑی کروا دی۔ اس نے مجھے ٹیکسی کے لیے مخصوص جگہ ڈراپ کیا تو میں ایسکیلیٹر کے ذریعے مسجد الحرام کے بیرونی صحن میں جا نکلا۔ اس وقت عشاء ہونے والی تھی۔ اب نماز اور رات کے کھانے سے فارغ ہو کر ہمیں مدینہ جانے کے لیے پیکنگ کرنی تھی، جو ایک اہم کام تھا۔ (جاری ہے)

”آپی! آپی...!!“ حِرا پورے گھر میں فُل والیوم میں پکار لگاتی پھِر رہی تھی۔
نور جو لاؤنج میں صوفے کی پُشت سے ٹیک لگائے اپنا اسائنمنٹ مکمل کر رہی تھی، کچھ دیر تو اس کی آواز چپ کر کے سنتی رہی، پھر ”میں یہاں ہوں...!“ کہہ کر منتظر نگاہوں سے دروازے کو تکنے لگی۔ حرا آواز سن کر پہلے تو ٹھٹکی، پھر بھاگتی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوئی اور نور کی نگاہ اپنے اوپر مرکوز پا کر چار قدموں کا فاصلہ ایک قدم پر طے کرتی لاڈ سے اس کے کندھے پر جھول گئی۔ نور اس کے اس قدر لاڈ بھرے انداز پر پہلے تو مشکوک نگاہوں سے اسے گھورتی رہی، پھر اس کی پھولی ہوئی شکل دیکھ کر ایک دم ہنس پڑی۔ ”خیریت تو ہے... میری بہنا کو آج بڑا پیار آرہا ہے آپی پر؟“
”آپی!!“ وہ جھنجھلائی، پھر یک ٹِک اسے کئی پل دیکھتی رہی، جب ایمان نور کھنکاری تو وہ سر جھٹک کر مسکرادی۔ ”آپی... وہ اصل میں، مجھے آپ سے ایک بات کہنی تھی۔“ حرا نے تمہید باندھنی چاہی۔
”ہاں! ہاں، کہو... اتنا ڈر کیوں رہی ہو؟“ اس کو حیرانی ہوئی۔ ہر کام بلا جھجک کہنے والی حرا آج اتنا تکلّف کس بنا پر کر رہی تھی۔ حیرانی سی حیرانی تھی۔
”وہ، آپی! آپ کا جو ریڈ والا سوٹ تھا نا، جو آپ نے حیا باجی کی شادی میں پہنا تھا، وہ میں لے لوں؟ بس ایک دن کے لیے! اگر آپ برا نہ مانیں تو؟“ حرا نے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔ ”کیا ہوگیا ہے حرا؟ میں برا کیوں مانوں گی؟ جو آپ کا دل کرے نکال کر پہن لو۔ میرا اوارڈ روب آپ کا ہی تو ہے۔“ نور ناراض سی ہو گئی۔
”آئی ایم سوری آپی! بس مجھے لگا کہیں آپ ناراض نہ ہو جائیں۔“ وہ یہ کہہ کر جانے لگی، پھر جاتے جاتے پلٹی۔ ”پوچھیں گی نہیں... کہاں پہننا ہے؟“ نور اسے جواب دینے کے بجائے اسے گھورنے لگی تو وہ ”سوری“ کہتے ہوئے کان پکڑ کر بھاگی۔

اگلی صبح کا سورج ”کاشانۂ نور“ میں بہت افراتفری لے کر طلوع ہوا۔ ہر طرف بھاگم دوڑ مچی ہوئی تھی۔ حرا کے جوتے... حرا کی کلپس... حرا کا یہ... حرا کا وہ، ہر جانب ہاہا کار مچی ہوئی تھی۔ ہر طرف شور ہی شور تھا۔ آخر خدا خدا کر کے حرا کی تیاری اختتامی مراحل کو پہنچی تو گھر والوں نے سکون کا سانس لیا۔ حامد بھیّا نے تو باقاعدہ منہ پر ہاتھ پھیر کر شکر منایا۔ ”حرا بیٹا! ناشتہ کر کے جانا!“ امی نے کچن سے آواز لگائی۔
”لیکن دوسری طرف پرواہ کسے تھی، کیوں کہ حرا تو نور کو منانے میں لگی ہوئی تھی۔
”آپی! پلیز! دے دیں نا؟ اچھی آپی نہیں ہیں؟ پلیز!“ حرا نے بے چاری سی شکل بنائی ہوئی تھی۔
”حرا یار! سمجھنے کی کوشش کرو۔ مجھے ضرورت ہوتی ہے موبائل کی۔“
نور عجیب مشکل میں پھنس گئی تھی۔ موبائل دے تب بھی اور نہ دے تب بھی۔
”آپی!!“ حرا نے معصومانہ شکل بنالی، بس آنسو نکلنے کی دیر تھی۔ حسب عادت اس کا دل پسیجا۔ ”اچھا! اچھا! لے لو، لیکن حفاظت سے رکھنا۔“ آپی نے آنکھیں دکھائیں۔
”جی، آپی!“ حرا زور سے آپی کے گال چوم کر، حامد بھیّا کی آواز پر باہر کو دوڑی اور وہ خفگی سے ”پگلی“ کہہ کر مسکرادی۔

نور شام کو چھت پر پھیلائے کپڑے اتار کر نیچے آئی تو حِرا امی سے چپکی، جوش سے غالباً آج کے فنکشن کی تصویریں دکھا رہی تھی۔ حرا کے تمتماتے گال، اس کے اندر کے جوش کو واضح کر رہے تھے۔ حرا کی آپی پر نگاہ پڑی تو ہاتھ پکڑ کر اسے بھی صوفے پر کھینچ لیا۔
”ارے... ارے... رکو...! ایک منٹ۔ امی کی چائے بنا کر آؤں۔“
”افوہ... بعد میں بنا لایے گا آپی، بلکہ میں ہی بنا کر دے دوں گی۔“ امی تو حرا کی اس آفر پر باغ باغ ہو گئیں، لیکن نور اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگی، کیوں کہ اسے پتا تھا کہ بعد میں ”آپی، آپی“ کر کے حرا نے چائے اُسی سے ہی بنوانی ہے۔
”اچھا نا! اب ایسے تو نہ دیکھیں... آج پکا، میں ہی چائے بناؤں گی۔“
”دیکھتی ہوں...!!“ کہہ کر نور نے حرا کے ہاتھ سے موبائل جھپٹا۔
”آپی!“ اس کے ہنوز مشکوکانہ انداز پر حرا کراہی تو امی مسکراتے ہوئے اٹھ گئی۔

"حرا...! کیا ہے یہ؟" تصویر دیکھ کر نور کا ردِ عمل اتنا شاکڈ تھا کہ سینڈلیں اتار کر پاؤں سہلاتی حرا فوراً متوجہ ہوئی۔

"کیا ہوا آپی؟" حرا نے حیرت سے ان کے چہرے کی طرف دیکھا۔ آپی نے حرا کی نظروں کے سامنے موبائل کیا، حرا کو کوئی قابلِ ذکر بات نظر نہ آئی تو نور کو سخت طیش چڑھا۔ نور نے دوبارہ سے وہ تصویریں دیکھیں۔ وہ ایک گروپ فوٹو تھا۔ ریڈ سوٹ، ریڈ شوز، ریڈ پرس، ہاتھ میں پکڑے ہارٹ شیپ کے شوپیس ریڈ، ریڈ روز، غرض ہر چیز ریڈ... اس کے تو سر پہ لگی تلووں پہ بجھی۔

"آپ یہ فنکشن اٹینڈ کرنے کے لیے اتنی اُتاؤلی ہو رہی تھی حرا؟" صدمے سے اس کی آواز گلے میں اٹکنے لگی۔ "لیکن آپی اس میں کیا بری بات ہے؟" وہ ابھی تک محوِ حیرت تھی۔ "سب ہی تو منا رہے ہیں آج کل... میں نے منا لیا تو کیا ہوا؟"

"حرا...!" نور اتنی زور سے چیخی کہ باقی کا جملہ اس کے منہ میں ہی رہ گیا۔ "بحث مت کرو... بحث کرنے سے، الٹی سیدھی دلیلیں پیش کرنے سے غلط، صحیح نہیں ہو جاتا۔ اپنی غلطی کو ماننا سیکھو۔" تیز لہجے میں کہتے جھڑکتے ہوئے اس کی جب حرا پر نظر پڑی تو اس کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی، بس چھلک پڑنے کو تھی۔ ایک دم نور کو اپنے تُرش رویّے کا احساس ہوا تو وہ ایک دم نرم پڑ گئیں۔

"اوہ، حرا...! آئی ایم سوری...!! مجھے اس طرح چیخنا نہیں چاہیے تھا، لیکن جس سے ہم محبت کرتے ہیں نا، انھیں ہم آگ میں گرتا نہیں دیکھ سکتے۔ یہ ویلنٹائن ڈے! کفّار کی لگائی ہوئی وہ آگ ہے، جس میں اپنے پرائے سب اندھا دُھند گر رہے ہیں۔ آپ میری بہت پیاری بہنا ہو، ان دنوں کو منانا ہمیں زیب نہیں دیتا۔" نور نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپی ہر جگہ تو اسے منایا جا رہا ہے۔ ہمارے کالج میں بھی ہماری ٹیچرز نے ہی کہا تھا کہ سب ریڈ سوٹ میچنگ کے ساتھ پہن کے آئیں۔ ہماری کلاس میں ایک لڑکی نے کہا تھا کہ مس یہ تو کافروں کا دن ہے تو مس نے اسے ڈانٹ کر کہا کہ ہماری نیت صاف ہے۔ ہم کون سا کسی غلط نیت یا سوچ پر منا رہے ہیں؟" نور، اس کی بچکانہ حرکت اور مس کی بچکانہ بات پر ایک دم ہنس پڑی۔

"کوئی کام ہر جگہ ہونے سے اس کا حق ہونا ثابت نہیں ہوتا حرا! ہماری اپنی تہذیب ہے! اپنی پہچان ہے! اپنی شناخت ہے! اگر ہم حیا کو چھوڑیں گے تو ہمارے ہاتھ سے یہ ساری چیزیں ایمان کے ساتھ چھوٹ جائیں گی۔ گناہ میں نیت کے صاف ہونے سے گناہ، ثواب نہیں بن جاتا۔ کافروں کا دن ہمیشہ کافروں کا ہی رہے گا اور یاد رکھو حرا! جب تم میں حیا نہ رہے تو تم جو چاہے کرو۔ اب ہمارے ہاتھ میں ہے حرا! یا تو ہم حیا کے ساتھ ایمان والے رہیں یا بے حیائی کے ساتھ ایمان کو کھو دیں، کیوں کہ آپ ﷺ کی حدیث، جس کا مفہوم ہے:

"جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، وہ انھیں میں سے ہو گا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ خفیف سا مسکرائی اور اپنی خفا، لاڈلی بہن کو اپنے ڈانٹ کے اِزالے کے طور پر پیار سے گلے لگا لیا۔ نور سمجھ گئی تھی، ہماری قوم کے بچوں کو بس ایک قائد کی ضرورت ہے، جو ایک ہادی بھی ہو...!!

"سائرہ! تمہارا چہرہ کتنا چمک رہا ہے۔ تم ضرور ملتانی مٹی لگاتی ہو گی؟" اریبہ نے میگزین میں پڑھی رنگ صاف اور چمک دار کرنے کی بیوٹی ٹِپ دُہرائی۔

"نہیں جی! مجھے اپنے چہرے پر مٹی مَلنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" سائرہ نے کہا۔ "پھر ضرور تم ایلو ویرا لگاتی ہو گی؟" اریبہ نے اس کی خوب صورت کا راز جاننے کی ٹھان لی۔ "ارے، نہیں بھئی! میں ایسا کچھ نہیں لگاتی۔ چلو! میں تمھیں ایک بیوٹی ٹِپ بتاتی ہوں' تاکہ تمہارا چہرہ روشن اور پُر نور ہو جائے۔" سائرہ بڑی اپنائیت سے بولی۔ "ہاں! ہاں! ضرور۔" اریبہ نے کہا۔ "اس کے لیے حیا کو اپنانا ہو گا۔ حیا عورت کی زینت ہے' اس سے آراستہ ہو کر اپنے پورے وجود کو ہی خوب صورت بنایا جا سکتا ہے۔" سائرہ بولی۔

"حیا! یعنی کے شرمانا۔ تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ میں ہر وقت شرماتی رہا کروں' اس سے میرا چہرہ چمک دار ہو جائے گا۔" اریبہ جو اس طرح کے جواب کی توقع نہیں رکھ رہی تھی، حیرت سے بولی' جس پر سائرہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔ "ارے بہنا! حیا کو اپنانے کا مطلب یہ ہے کہ حیا کے تقاضوں پر عمل کرنا ہو گا۔" سائرہ نے کہا۔ "اور حیا کے تقاضے کیا ہیں؟" اریبہ نے استفسار کیا۔ "عورت کے لیے حیا کا تقاضا یہ ہے کہ وہ پردہ و حجاب کا اہتمام کرے' لہٰذا تم جب بھی باہر جاؤ تو مکمل پردے میں جاؤ' تاکہ کسی نا محرم کی تم پر نظر نہ پڑ سکے۔" سائرہ نے سمجھایا۔ "مگر مُلّانی صاحبہ! منہ لپیٹ لینے کا خوب صورتی سے کیا تعلق؟ بلکہ اس سے تو سارا میک اَپ ہی خراب ہو جائے گا۔" اریبہ نے کہا۔

"دیکھو میری بہن! منہ لپیٹنے کا تعلق خوب صورتی سے اس طرح ہوا کہ جب آپ حجاب کر کے گھر سے نکلیں گی تو آپ نامحرموں کی گندی نگاہوں سے محفوظ رہیں گی' جو آپ کی خوب صورتی کی بقا کا ذریعہ ہے اور یہ اللہ پاک کا حکم ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرتا ہے تو اللہ پاک اس کا چہرہ روشن اور قدرتی نور سے منوّر کر دیتے ہیں۔ اس کے سامنے یہ آرٹی فیشل میک اَپ تو بالکل ہی ہیچ ہیں۔ آزما کے دیکھ لو۔" سائرہ مسکرائی۔ "یہ بات تو ٹھیک ہے کہ قدرتی نور کے مقابلے میں میک اَپ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اب میں بھی عزم کرتی ہوں کہ حیا کی چادر سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کروں گی۔" اریبہ نے پُر عزم لہجے میں کہا۔

"دیکھو بیٹیو! جب بھی اللہ کا حکم ماننے کا ارادہ ہو تو اس میں اللہ کی رضا مقدّم رکھنی چاہیے۔ دنیاوی اغراض تو ثانوی درجہ رکھتی ہیں۔ دل کے اندر "تقویٰ" اللہ کے خوف سے پیدا ہوتا ہے اور ظاہری اعمال پر اثر کرتا ہے اور "حیا" تقویٰ کے زیرِ اثر اللہ کے سامنے شرمندۂ نفس ہو کر دل سے غلط کام پر احساسِ ندامت کا نام ہے۔ جتنا تقویٰ زیادہ ہو گا' اتنی حیا زیادہ ہو گی اور ہمارے نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ "حیا! ایمان کا شعبہ ہے۔" لہٰذا جب حیا میں زیادتی ہو گی تو ایمان بھی بڑھے گا اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی توفیق ہو گی۔" رافعہ چچی نے دونوں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "میں بھی حجاب صرف اللہ کی رضا کے لیے کروں گی' نہ کہ اسے بیوٹی ٹِپ سمجھتے ہوئے۔" اریبہ نے کہا۔ "چلیں! خوب صورت لیڈیز اب کھانا بھی تناول فرما لیں۔" آمنہ بیگم نے کہا' جس پر وہ سب ہنس دیں۔

بیوٹی ٹپس

بنتِ عامر

”ممی جی! ممی جی! میری بات سنیں۔“ اریبہ نے چار کول ماسک کے سیاہ مائع کو منہ پر مَلتے ہوئے کہا۔ ”کیا ہوا ہے؟ کیوں چیخ رہی ہو؟“ آمنہ بیگم بولیں۔

”وہ آپ بازار جا رہی ہیں نا تو میرے لیے لوشن لیتی آیئے گا اور ہاں! یاد آیا' میرا فیس واش بھی ختم ہو گیا ہے' وہ بھی لے کر آیئے گا۔“ اریبہ روانی سے بولتی چلی گئی۔

”یا اللہ! کتنی چیزیں لگاتی ہو منہ پر' اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔“ آمنہ بیگم حیرت سے دیکھتے ہوئے بولیں۔ ”دیکھیں ممی! جتنا ہم بیوٹی ٹِپس پر عمل کریں گے' اتنے ہی خوب صورت بنیں گے۔ جِلد مزید نکھرے گی۔ آپ نے کبھی ٹی وی پر آنے والی اداکاراؤں کو نہیں دیکھا؟ وہ اسی لیے اتنی خوب صورت ہوتی ہیں' کہ وہ مختلف کریمیں لگاتی ہیں اور اپنی جلد کا بہت خیال رکھتی ہیں۔“ اریبہ نے اپنی منطق بیان کی۔

”ایک تو تم جب سے کالج گئی ہو' تمہاری بیوٹی ٹِپس ختم نہیں ہوتیں۔“ آمنہ بیگم اُکتا سی گئیں۔ ”ارے...! یہ منہ پر تار کول مَل کر چہرے کا بیڑہ غرق کیوں کر رہی ہو؟“ آمنہ بیگم نے حیرانی سے اریبہ کو دیکھا۔

”ممی! یہ تار کول نہیں' چار کول ماسک ہے' اِسی سے جِلد ملائم ہوتی ہے اور بلیک ہیڈز (black heads) نکل جاتے ہیں۔“ اریبہ سے چار کول ماسک کی توہین برداشت نہ ہو سکی تو تُنک کر بولی۔ آمنہ بیگم نے ایک تأسف بھری نظر اس پر ڈالی اور وہاں سے چل دی۔

”دہی کہاں گئی' ادھر ہی تو رکھی تھی...؟“ آمنہ بیگم فریج کھولے پریشانی کے عالم میں دہی تلاش کر رہی تھیں۔

”صغریٰ! صغریٰ! میں نے فریج میں دہی رکھی تھی' چکن میں ڈالنی تھی' وہ کہاں گئی؟ پورا فریج چھان مارا ہے' مگر دہی مل ہی نہیں رہی؟“ آمنہ بیگم نے خادمہ سے کہا۔

”باجی! وہ' اریبہ بی بی تھوڑی دیر پہلے لے کر گئی تھی۔“ صغریٰ نے کہا۔

”اریبہ دہی لے کر گئی ہے؟ مگر اسے تو دہی پسند ہی نہیں ہے۔“ آمنہ بیگم حیران ہوئیں۔ ”پتا نہیں باجی! اریبہ بی بی دہی اور کھیرا لے کر اپنے کمرے میں گئی تھی۔“ صغریٰ نے بے چارگی سے کہا۔

”دہی اور کھیرا...! آمنہ بیگم کو کچھ اچنبھا سا ہوا' وہ فوراً اریبہ کے کمرے کی طرف گئیں تو اگلا منظر دیکھ کر ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اریبہ منہ پر دہی کا لیپ کیے آنکھوں میں کھیرے رکھے' بڑے مزے سے لیٹی ہوئی تھی۔ آمنہ بیگم کو دیکھ کر چونک اٹھی۔ ”کیا ہوا ممی؟ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟“ اریبہ چہکی۔

”خدمت تم نے کیا خاک کرنی ہے! اتنی دیر سے میں کچن میں دہی ڈھونڈ رہی ہوں اور یہاں محترمہ دہی منہ پر لگائے بیٹھی ہیں۔“ وہ غصّے میں آگئیں۔

”وہ دراصل آج ہی اخبار میں بیوٹی ٹِپس پڑھی کہ چہرے پر دہی لگانے سے چہرہ روشن اور چمک دار ہو جاتا ہے۔“ اریبہ نے ممی کو اخبار تھماتے ہوئے کہا۔

”میں تمہاری روز روز کی بیوٹی ٹِپس سے پریشان ہو گئی ہوں۔ اب بتاؤ! میں کھانے میں کیا ڈالوں؟ رات کو دعوت ہے۔“ آمنہ بیگم نے کہا۔

”کوئی بات نہیں ممی! شام کو میں نے پارلر جانا ہے' واپسی پر دہی لے آؤں گی۔“ اریبہ نے بے پرواہی سے کہا۔

”پارلررررر...! پارلر کیا کرنے جانا ہے؟“ آمنہ بیگم نے حیرت سے پوچھا۔

”فیشل اور فیس پالش کروانی ہے!“ اریبہ نے چہرے سے دہی دھوتے ہوئے کہا۔

”ارے! ابھی کچھ دن پہلے ہی تو فیشل کروایا ہے۔ اب پھر کرواؤ گی؟“ آمنہ بیگم نے کہا۔ ”کچھ دن پہلے کہاں؟ پورے 15 دن پہلے کروایا تھا۔ بیوٹیشن نے کہا تھا کہ ہر 15 دن بعد فیشل کروایا کرو' اس سے چہرے کی رنگت نکھر جاتی ہے۔“ اریبہ نے کہا جس پر آمنہ بیگم سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

”جلدی کرو اریبہ! تمہاری تیاریاں ہی ختم نہیں ہو رہیں۔ چاچی اور سائرہ تمہارا بار بار پوچھ رہی ہیں۔“ آمنہ بیگم نے کوئی تیسری مرتبہ جلدی تیاری ہونے کو کہا۔

”جی' ممی! بس آرہی ہوں۔“ منہ کو اسکریب سے مَلتی اریبہ نے مصروف سے انداز میں کہا۔ ڈریسنگ ٹیبل پر جا بجا کریمیں اور میک اَپ بکھرا پڑا تھا۔ آخر اریبہ مکمل تیار ہو کر مہمانوں سے ملی اور اپنی کزن سائرہ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے چہکی۔

”سائرہ! تمہارا چہرہ کتنا چمک رہا ہے۔ (بقیہ ص 25 پر)

BAITUSSALAM
OLYMPIAD'19
CELEBRATING THE SPIRIT OF UNITY
#AreYou GAME Enough
CELEBRATING THE SPIRIT OF UNITY
Platinum Sponsor
Gold Sponsor
Silver Sponsor
Shangrila
Fruiti-O
MILLAT
J.
pepsi
Bronze Sponsor
Meezan Bank
SURMAWALA
POWER CEMENT
JUST FOR MEN
DVAGO
The Burger Shack
بنك دبي الإسلامي
Dubai Islamic Bank
OlympiadKhi
@BaitussalamOlympiadKhi
BaitussalamOlympiadKhi
OlympiadKhi
/BaitussalamOlympiadKhi
olympiad@baitussalam.org
BaitussalamOlympiadKarachi
/BaitussalamOlympiadKhi
+92 342 33382283
www.olympiad.pk

نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور جاچکی تھی۔رات کی تاریکی نے پورے عالم کو اپنی سیاہ چادر میں چھپا رکھا تھا۔سخت سردی میں بھی اس کی پیشانی عرق آلود تھی، اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا اُمڈ آنے کو بے چین تھا۔آج اس کے ضمیر کو کسی نے جھنجھوڑا تھا۔آج اپنی روح کو بھی وہ زخمی محسوس کر رہی تھی۔آج بڑی شدّت سے اسے ماں کی یاد آرہی تھی۔وہ اپنے پاکیزہ وجود کو ماں کے آنچل میں محفوظ کرنا چاہ رہی تھی، مگر امی جان بھی تو داغِ مفارقت دے چکی تھیں۔آج اس کے ذہن کے کسی تاریک گوشے سے اسے اپنی امی کی وہ نصیحتیں یاد آرہی تھیں، جو خلوت میں اس کی امی نے اس کے گوش گزار کی تھیں۔"ایمان بیٹا! عورت کی زندگی کا سب سے قیمتی زیور عورت کی حیا ہوتی ہے۔اس کی حیاتِ جاودانی کے اسرار اس کی حیا میں مضمر ہوتے ہیں۔"

ممتاز کر دیا مسلم کو کافر سے جس نے
حیا اس کا نام ہے مومن کی پہچان ہے

آج سے دس سال قبل ایمان کی امی نے اسے ان قیمتی نصائح سے نوازا تھا، جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل تھے۔اُس وقت ایمان آٹھویں کلاس کی ایک ذہین طالبہ تھی، اس کی امی نے حالات کی رَوش کو دیکھتے ہوئے بیٹی کو حیا کی تلقین کی، کیوں کہ غیروں کی ثقافت روز بروز ہماری نئی نسل کو بے حیائی کے دَلدَل میں دھکیل رہی تھی۔اسی مناسبت سے ایک دن اس کی امی نے اُسے یہ بھی کہا: "بیٹا! ہم بی بی فاطمہ کی محبت کا دَم بھرتے ہیں۔تم ان کی حیا کے بارے میں جانتی ہو؟" پھر تھوڑی دیر جواب نہ پاکر کہنے لگیں: "سیدہ فاطمۃالزہرہ رضی اللہ عنہا نے اپنی وفات سے قبل وصیت کی تھی کہ ان کا جنازہ رات کی تاریکی میں نکالا جائے، تاکہ کسی غیر محرم کی نگاہ ان کے جنازے پر بھی نہ پڑے، مگر بیٹا انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ آج ہماری بیٹیوں نے ان کے طرزِ عمل کو پسِ پُشت ڈال دیا ہے۔ان کو اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا کہ جب وہ بَن سنور کے حیا کی پاکیزہ دولت کو پاؤں تلے روندتے ہوئے نکلتی ہیں تو کتنے ہی ہوَس کے پجاری گندی نظریں ان کے پاکیزہ سراپے پر ڈالتے ہیں۔ مگر افسوس! آج کا معاشرہ غیروں کی ثقافت سے اس قدر متاثر ہو چکا ہے کہ اسلام نے حیا کا جو حصار امّتِ مسلمہ کے گرد باندھا تھا، اس کی حدود کو پامال کرنے کے درپے ہے۔

دل بھی بدل گئے بدلتی رُتوں کے ساتھ
لوگ جس طرح پہلے تھے، ویسے نہیں رہے

"امی جان! حیا صرف پردے کا نام ہے؟" ایمان نے اپنی امی سے پوچھا۔

"نہیں بیٹا! حیا ہر اس کام سے رُکنے کا نام ہے، جو اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کو ناپسند ہو۔ حضرت امّ خلاد رضی اللہ عنہا کی حیا کا یہ عالم تھا کہ شہید بیٹے کی میّت پہ آئیں، چہرے کو ایک چادر سے چھپایا ہوا تھا۔ایک شخص نے کہا: "آج بھی آپ نے پردہ کیا ہوا ہے؟" تو امّ خلاد رضی اللہ عنہا نے ایک تاریخی جواب دیا کہ "میرا بیٹا شہید ہوا ہے۔ میری حیا تو نہیں مری کہ میں بے حیا ہو کر گھر سے نکلوں۔"

بیٹا! جب انسان بے حیا ہو جائے تو زینب جیسی معصوم کلیوں کو بھی مسلنے سے دریغ نہیں کرتا۔جب غیرت کا جنازہ نکل جائے تو اسے بنتِ حوا کی چادر، اندھیرے کی چادر دکھائی دیتی ہے اور غیر تو اپنی تمام تر کاوشیں ہی اس بات پر صرف کر رہے ہیں کہ مسلمان کے دل سے کسی طرح غیرتِ ایمانی کو نکال پھینکیں، اس انٹرنیٹ کے بے محابہ استعمال نے تو حیا کا جنازہ ہی نکال کر رکھ دیا ہے۔"بیٹا! اس معاشرے میں اپنی حفاظت یوں کرنا جیسے ایک انسان کانٹے دار جھاڑیوں میں چلتے ہوئے اپنے جسم کی حفاظت کرتا ہے۔"

اس دن سے ایمان نے ماں کی بات کو پلو سے باندھ لیا تھا، مگر ایک حادثے میں ماں کے انتقال کے بعد اتنی تیزی سے وقت نہیں بدلا، جتنی تیزی سے ایمان نے وقت کے اثر کو قبول کیا اور سر سے دوپٹّہ تک اتر گیا، سہیلیوں کے ساتھ رات دیر تک گھر سے باہر رہنا شروع کر دیا، جو انسان اللہ کا سرکش ہو جائے تو اللہ اس سے عبادت کی نعمت بھی چھین لیتا ہے۔یہی سب کچھ ایمان کے ساتھ بھی ہوا، مگر نجانے ایمان کی کوئی نیکی کام آئی یا ماں کی دعا کہ جب آج وہ رات گئے اپنی ایک سہیلی کے گھر سے واپس آرہی تھی تو ایک تاریک گلی میں چند اوباش نوجوانوں نے اسے گھیر لیا، مگر قریب ہی مسجد سے ایک سفید ریش بزرگ نے ان نوجوانوں کو بھگایا اور ایمان کو اس کے گھر تک پہنچایا، مگر ایمان نے دیکھا کہ اُس کے انتہائی باریک اور نازیبا لباس کی وجہ سے وہ بزرگ سارا راستہ شرم کے مارے اپنی نظر اوپر نہیں اُٹھا سکے اور گھر کے دروازے پر پہنچا کر بزرگ نے واپس مڑتے ہوئے بس اتنا ہی کہا کہ

"بیٹا...! مؤمنہ کبھی بے حیا نہیں ہوتی۔"

اور چل پڑے، مگر ایمان کی زندگی میں انقلاب بپا کر گئے۔

اللہ اکبر! اللہ اکبر! فجر کی اذان شروع ہو چکی تھی۔ایمان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔آج کتنے ہی عرصے بعد اس نے فجر کی اذان سنی تھی۔ ایمان نماز کی تیاری میں مصروف ہو گئی، جیسے تاریک رات میں صبح اُجالا لے کر آتی ہے، ایسے ہی ایمان کی تاریک زندگی میں بھی ایک نئے عزم کے ساتھ روشنی کے دیے جل اٹھے تھے۔

منزل کی تلاش

عاتکہ سلیم

قسط نمبر 2

"زینب! مذاق کا وقت نہیں ہے، پلیز میری بات سن لو۔" ثنا آپی نے تھوڑا ناراض ہوتے ہوئے کہا۔ "اچھا جی، کہیے!" اب کہ زینب سنبھل گئی، وہ گود میں سرہانہ لے کر اپنے دونوں بازوؤں کو سرہانے پر ٹکائے خاموشی سے ثنا آپی کو دیکھنے لگی۔ "زینی! شادی میں صرف ایک ماہ رہ گیا ہے۔ پاپا نے ساری تیاریاں بھی مکمل کر لی ہیں، مگر میرے دل میں ایک انجانا سا خوف ہے، نہ جانے وہ پکا مسلمان ہوا بھی ہے یا نہیں؟" ثنا اپنا سوال زینب کے سامنے رکھ چکی تھی اور اب جواب کی منتظر تھی۔

زینب بولی: "آپی میرا تجربہ کہتا ہے کہ جو لوگ پہلے غیر مسلم اور پھر اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جاتے ہیں، وہ دین پر بہت پکے ہوتے ہیں، بہ نسبت اس کے کہ جو مسلمان گھرانے میں پیدا ہو کر پلا بڑھا ہو، کیوں کہ ان کو دونوں عقیدوں کے متعلّق اچھی طرح معلومات ہوتی ہے کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح۔" زینب خاموش ہوئی تو ثنا نے بے اختیار اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے کہا: "ماشاء اللہ! زینی تم کب سے بڑی ہو گئی... کچھ بتاؤ بھی تو سہی...؟" تب ہی حامد نے ابو کے آنے کی اطلاع دی تو ثنا آپی اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں، جبکہ زینب کچن کی طرف۔

ایک مہینہ پر لگا کر اُڑ گیا اور اسی دوران زینب اور اس کے بھائیوں کے امتحانات ہو گئے، پھر ثنا آپی کی شادی کی تیاریاں شروع ہونے لگیں۔ زینب نے امی سے اجازت لے کر پریا کو بھی خصوصی طور پر دعوت دی، مگر وہ ماما کی طبیعت کی خرابی کا کہہ کر ٹال گئی۔

"زینا!" پریا نے کہا۔ "جی، پریا! کیا بات ہے؟ تم مجھے کچھ پریشان لگ رہی ہو؟" زینب ایک ہی سانس میں سب کچھ بول گئی۔

"میں، میں... اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں۔" تبھی زینب کا دل اچانک ہی حیرت کے سمندر میں ڈوبنے لگا، اسے اس بات کی بالکل توقع نہ تھی، پھر بھی اس نے پریا کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔

"دیکھو، پریا! یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس کے لیے تمہیں خود کو پوری طرح تیار کرنا ہو گا۔"

"زینب! میں تیار ہوں۔ میں دیر نہیں کرنا چاہتی۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"مگر تمہاری ماما...؟" زینب نے تفتیش ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"زینب! دعا کرو۔ وہ آہستہ آہستہ میری بات سمجھنے لگی ہیں۔ جلد ہی پوری طرح سمجھ جائیں گی۔ اللہ ہمیں اسلام کی صحیح سمجھ عطا کرے۔" پریا کے منہ سے اللہ کا لفظ سن کر زینب کو بہت خوشی ہوئی کہ اس کی محنت رنگ لا رہی ہے۔

وہ اور پریا دیر تک اسلام کی باتیں کرتی رہیں۔ زینب نے اسے نبی ﷺ کی زندگی میں رونما ہونے والے واقعات، کفار کا انھیں صادق و امین کہنا، طائف کی وادی میں پتھروں سے لہولہان ہونا، ان کے لیے بددعا کے بجائے دعا کرنا۔ زینب بتائے جا رہی تھی اور پریا روتے ہوئے سنے جا رہی تھی۔ زینب کا چہرہ بھی آنسوؤں سے تر تھا۔ زینب نے پریا کی طرف دیکھا، جس کے خوب صورت چہرے پر غم کے آثار واضح نظر آ رہے تھے، پریا کا رو رو کر برا حال ہو رہا تھا۔ زینب نے ابھی کچھ مزید کہنا مناسب نہیں سمجھا اور وہ جانے کے لیے اٹھی تو پریا نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس سے یہ کہا: "اللہ تو سب کا ہے، لیکن تم سے راضی ہے۔ تم دعا کرنا کہ اللہ میرے بھائی کو مجھ سے جلد ملا دیں۔" زینب نے صدقِ دل سے آمین کہا۔ کس کو معلوم تھا کہ یہ دعا بہت جلد قبول ہو گی۔

وہ دونوں باہر تک آئیں۔ "اچھا، پریا! بھیّا لینے آئے ہیں۔ میں چلتی ہوں۔" خدا حافظ کہہ کر زینب اپنی گاڑی کی طرف گئی اور پریا اپنی گاڑی کی طرف۔ پریا خود سے کہنے لگی: "کتنی خوش نصیب ہے زینب کہ اس کا بھیّا روزانہ اسے لینے آتا ہے۔"

ابھی زینب گاڑی میں بیٹھی ہی تھی کہ اچانک نجانے پریا کے دل میں کیا آیا۔ پریا نے اپنی گاڑی زینب کی گاڑی کے پیچھے لگا دی، جسے زینب کا بڑا بھائی محمد چلا رہا تھا۔ تقریباً 20 منٹ کے بعد محمد نے اپنی گاڑی ایک بنگلے کے سامنے روکی، گاڑی نے ہارن مارا تو اندر سے داخلی دروازہ کھولا گیا اور گاڑی کچھ ہی لمحے میں اندر چلی گئی۔ پریا نے نمبر پلیٹ کو دیکھا (جاری ہے)

امی سے ضد کر کر کے آخر وہ مدرسہ آ ہی گئی تھی۔ یہ ایک بڑی سی بلڈنگ تھی ‘جسے مدرسے کی صورت دے دی گئی تھی۔ خوشی خوشی قدم رکھا۔ سیکنڈ فلور پر آفس تھا ‘وہ اندر داخل ہوئے۔ ”السلام علیکم!“ سارہ اور اس کی امی نے سلام کیا۔

آفس کے ساتھ اسٹاف روم تھا ‘جہاں معلمات بیٹھی تھیں۔ بے اختیار اس کی نظر باہر اسٹاف روم پر ٹِک گئی تھی۔ معلّمات اسٹاف روم میں بیٹھیں اپنے سامنے مکتب پر رکھی کاپیوں کو چیک کرنے میں مصروف تھیں۔

”وعلیکم السلام!“ معلّمہ کسی سے بات میں مصروف تھیں ‘اس لیے تاخیر سے جواب دیا۔ اب اس کی توجہ اندر آفس میں تھی۔ حیرانی کی بات تو یہ تھی کہ ابھی تک تمام معلّمات برقع میں تھیں؟ ان کے برقعوں کو دیکھ کر سارہ کو تھوڑی شرم آئی کہ سارہ کا اپنا برقعہ بیوی بلو تھا اور نیوی بلو ہی اسکارف تھا ‘جب کہ اس کی امی کا وائٹ تھا۔ خیر... زیادہ تر باتیں امی نے ہی کیں۔ سارہ تو ماحول سے اتنا متاثر ہوئی کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ جب فارم لے کر نکلنے لگے تو باہر جہاں کلاس چل رہی تھی ‘اسے رشک بھری نگاہ سے دیکھا۔ وائٹ بورڈ پر تیز تیز لکھتی معلّمہ اور وائٹ اسکارف پہنے طالبات... ہائے!! پورا مدرسہ ایئر کنڈیشنڈ اور کارپٹ والا تھا اور فیس صرف 2000 سال بھر کی۔

اُسے اپنا کالج یاد آیا ‘جس میں بات بات پر پیسے بٹورے جاتے تھے اور کلاس میں ایک اے۔ سی تک نہ تھا۔ اُسے وہ وقت یاد آیا کہ کس طرح وہ ہر وقت فیسوں کے لیے پریشان رہا کرتے تھے۔

سیکنڈ ائیر بھی ختم ہو گیا۔ اب فراغت ہی فراغت تھی۔ اب فیصلے کا وقت تھا ‘جو کہ پتا نہیں کیسے اس نے کر لیا تھا اور وہ بھی اعلانیہ۔ ایک ہفتے پہلے کی بات ہے ‘ان کا بڑی پھوپھو کے گھر کھانا تھا۔ ہوا کچھ یوں تھا کہ ایسے ہی فیوچر پلاننگ ہو رہی تھی کہ ایک دم کسی نے سارہ سے پوچھ لیا: ”تم کیا بنو گی؟“

”میں عالمہ بنوں گی۔“ سارہ نے مختصر سا جواب دیا۔

سب حیران رہ گئے۔ حیا بھابھی ‘پھوپھو کی بڑی بہو نے حیرانی سے پوچھا: ”اتنا بدلاؤ کیسے آگیا؟“ گویا سب کے چہروں کی عکاسی کا وہ جواب دینے ہی لگی تھی کہ سارہ کی چچی بولیں: ”شروع سے ہی ہے۔ مجھے وہ زمانہ یاد ہے ‘جب سارے بچے مدرسہ جایا کرتے تھے۔ کسی کا دل نہیں ہوتا تھا۔ کوئی یہاں چھپتا تھا تو کوئی وہاں۔ تب سارہ واحد بچی تھی ‘جو اسکارف سر پر اوڑھے ‘قاعدہ ہاتھ میں پکڑے وین کا انتظار کیا کرتی تھی۔“ اب سارہ نے سب کو کہہ تو دیا تھا ‘مگر اس پر عمل کیسے ہو؟؟ وہ سوچ میں پڑ گئی۔

آج وہ بہت خوش تھی ‘کیوں کہ امی وعدہ کے مطابق اس کا مدرسہ میں داخلہ کروانے کے لیے لے کر جا رہی تھیں۔ جب وہ کالج میں تھی تو آنے جانے کے مسئلے کی وجہ سے مدرسہ میں داخلہ نہ لے سکی تھی۔ سارہ بہت روئی ‘ضد کی ‘یہاں تک کہا کہ وہ خود آنا جانا کر لے گی ‘مگر امی نے اجازت نہ دی تھی۔ انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ ”کالج کے بعد! صبح کے کورس میں داخلہ لے دوں گی ‘تب تک تم اچھے طریقے سے اپنا ارادہ مضبوط کر لو۔“

تب وہ کتنا روئی تھی اللہ کے سامنے ‘یہ اسے ہی معلوم تھا ‘مگر اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس میں اللہ کی کتنی بڑی مصلحت تھی۔ تقریباً ساڑھے بارہ (12:30) بجے وہ مدرسہ میں داخل ہوئی تھیں۔ دل عجیب انداز میں دھڑک رہا تھا۔ زبان شکر کرتے تھکتی نہ تھی ‘لیکن یہ کیا؟ گیٹ کھولا تو معلّمات انتظار میں کھڑی تھیں ‘لیکن کس کے؟ شاید وین کے۔

”اُف اللہ! امی لگتا ہے ہم لیٹ ہو گئے ہیں۔“ سارہ نے امی سے سرگوشی میں کہا۔

”السلام علیکم! ہم داخلہ کے لیے آئے ہیں۔“ سارہ کی امی نے بمشکل کہا۔

”وعلیکم السلام! مدرسہ بارہ بجے تک بند ہو جاتا ہے۔ آپ ایسا کریں یہ فارم لے لیں ‘پھر آجائیے گا۔“ معلّمہ نے سادگی سے جواب دیا۔

”اچھا! وین کا انتظام ہے؟“ امی نے تصدیق چاہی۔

”جی آپ چھ سالہ عالمہ کے کورس کے لیے آئے ہیں نا؟“ انھوں نے بھی تسلی کرنا چاہی۔

”ارے نہیں!! ہم تو ایک سالہ کورس کے لیے آئے ہیں۔“ امی نے کہا۔

”اوہ!! ایک سالہ کورس کے لیے وین نہیں ہوتی۔“

معلّمات کی وین آگئی تھی۔ سارہ اور اس کی امی بھی باہر نکل گئے۔ بس اسٹاپ تک چلتے چلتے ‘وہ صرف ایک چیز ہی سوچ رہی تھی

(جاری ہے)

leen Tissues
Now even softer for you....
Extra Gentle on your skin
A complete range of tissues to match your lifestyle
/LEENTISSUES WWW.LEENTISSUES.COM

ثانیہ سلیم

کیسی شرم

''مجھے سمجھ نہیں آتا کہ وہ خود کو سمجھتی کیا ہے؟'' نگہت آپا آج بہت غصّے میں تھیں۔ ''کیا ہم اس کو کھا جائیں گے؟ اس طرح چُھپنے اور شرمانے کا کیا مقصد ہے...؟''

''میں سمجھاؤں گی اسے۔'' امی نے انھیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ ''ابھی بچی ہے وہ، نا سمجھ ہے۔''

''دیکھیں امی! ایک بات میں آپ کو صاف صاف بتا دیتی ہوں۔'' نگہت آپا نے حاکمانہ لہجہ اختیار کیا۔ ''اگر یہی سب چلتا رہا تو میرے لیے مشکلیں کھڑی ہوتی رہیں گی۔'' پھر جب انھوں نے پریشان شکل دیکھی، تب انھوں نے تھوڑی سی نرمی برتی۔ ''میں مانتی ہوں کہ وہ شروع سے ہم بہن بھائیوں میں ذرا مختلف سی رہی ہے۔ اس کی پانچ وقت کی نماز کی پابندی اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کو ہم لوگوں نے ہمیشہ سراہا ہے، لیکن یہ!!'' اب ان کے لہجے میں ایک بار پھر سختی تھی۔ ''میرے شوہر سے چُھپنا، ان کو نظر انداز کرنا، ان سے بات چیت نہ کرنا، یہ میں ہرگز برداشت نہیں کروں گی۔ امی! وہ کوئی غیر تو نہیں ہیں۔ اس گھر کے داماد ہیں۔ کیا میرے شوہر آپ کے بیٹے جیسے نہیں ہیں...؟''

''بالکل! اکبر میرا بیٹا ہی ہے۔'' امی نے اسے سمجھانے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ انھیں سامنے دروازے کے کونے میں نصرت دَم سادھے یہ تمام گفتگو سنتی نظر آئی۔

''اِدھر آؤ، بیٹی!'' امی نے نہایت شفقت سے اسے اپنے پاس بلایا۔ چودہ سالہ نُصرت بہت ڈری ہوئی سی نظر آئی۔ ''بیٹا! اب تم بڑی ہوگئی ہو۔ تمھاری نادانیوں کا اثر ہم سب کی زندگیوں پر پڑتا ہے۔ تم کیوں نہیں اپنے بہنوئی کے سامنے آتی ہو؟''

''امی! مجھے شرم آتی ہے۔'' نصرت نے معصومیت سے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

''اس میں شرمانے والی کیا بات ہے بیٹا! تم خود ہی تو انھیں اکبر بھائی کہہ کر پکارتی ہو تو پھر بھائیوں سے کیسا پردہ، کیسی شرم...؟'' امی نے اُسے سمجھایا۔

''تمہارا اس طرح اِنھیں نظر انداز کرنے سے ایسا لگتا ہے کہ تمھیں اپنے آپ پر بہت فخر ہے۔ تم مغرور نظر آتی ہو۔'' نگہت آپا نے بھی اپنا لہجہ تبدیل کیا۔ ''تم اگر یوں لوگوں سے چھپتی پھرو گی تو کبھی کسی کو دکھائی نہیں دو گی۔ میں تمھاری دشمن نہیں ہوں۔ تمھارے بھلے کی ہی بات کروں گی، لیکن آج کے دور میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں اور تم ہو کہ آدمیوں کو دیکھتے ہی چھپ جاتی ہو اور پھر اکبر تو میرے شوہر ہیں۔ تمھارے بہنوئی ہیں۔ اپنے ہیں۔'' نگہت آپا اپنے شوہر کی طرف داری کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہی تھیں۔ ''ہم میں سے کسی نے بھی کبھی بھی تمھاری نمازوں کی پابندی اور کثرت سے تلاوتِ قرآنِ پاک پر کبھی اعتراض نہیں کیا، لیکن یوں گھر کے اپنے لوگوں سے چھپتے پھرنا ٹھیک نہیں ہے۔ تمھارا رجحان دین کی طرف ہم بھائی بہنوں سے زیادہ ہے، لیکن یہ آنکھ مچولی کا کھیل آگے چل کر تمھیں نقصان پہنچائے گا۔'' نگہت آپا کی تقریر ختم ہوئی تو امی نے دسترخوان بچھایا۔

نصرت کا گھرانہ زیادہ دین دار تو نہ تھا، لیکن نماز اور تلاوتِ قرآن کی پابندی نے اس کے

دل میں ایمان کا نور بھر دیا تھا۔ یہی نور اسے حیا کے جذبے سے سرشار کر رہا تھا' اس کے گھر میں پردہ کرنے یا نہ کرنے پر کوئی سختی نہیں تھی۔ ہر شخص اپنی زندگی جینے اور اپنے فیصلہ کرنے میں آزاد تھا۔ نصرت نے گھر سے باہر نکلتے' جب برقعہ اوڑھنا شروع کیا تو یہ بات سب کے لیے نئی تھی' لیکن کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا' لیکن جب اس نے گھر پر غیر محرم آدمیوں سے گریز کرنے کی رَوش اختیار کی تو سب تلملا اٹھے۔

رات کو جب اکبر گھر آیا تو نصرت نے اسے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام بیٹا! کیسی ہو؟" اکبر نے نہایت پُرجوشی سے جواب دیا۔

"بیٹا! میں تمہارا بھائی ہوں۔ تم تو بالکل میری چھوٹی بہن کی طرح ہو۔ تمہیں مجھ سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" اکبر نے نصرت کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ نصرت نے اپنا دوپٹہ نماز کی چادر کی طرح باندھ رکھا تھا۔

"ویسے اس وقت تم کون سی نماز پڑھنے جا رہی ہو؟" اکبر نے معصومیت سے سوال کیا۔

"جی' میری عادت ہے ایسے دوپٹہ اوڑھنے کی۔" اتنا کہہ کر نصرت وہاں سے اٹھ گئی۔

اب نصرت 18 برس کی ہوگئی تھی' اس کو دیکھنے کے لیے لڑکے والے آرہے تھے' وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ میک اپ پورا ہوگیا تو اس نے دوپٹہ باندھنا شروع کیا۔ "ارے... ارے... یہ کیا کر رہی ہو پاگل لڑکی!" امی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پیچھے سے آواز لگائی۔ "امی! وہ نگہت آپا بتا رہی تھیں کہ مجھے دیکھنے پوری فیملی آرہی ہے اور مجھے اچھا نہیں لگتا آدمیوں کے سامنے ننگے سر پھرنا۔"

"دیکھو بیٹا! یہ بات سچ ہے کہ لڑکے کے ساتھ اس کے بھائی وغیرہ بھی ہوں گے' لیکن یہ سب کچھ ایک رسم سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم سرفراز کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور تمہاری اس کے ساتھ تقریب طے کر چکے ہیں۔" امی کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ "اب بھلا جس گھر میں تم بہو بن کے جاؤ گی' ان سے پردہ کیسا؟"

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئی؟" نگہت آپا نے داخل ہوتے ہی حیرت سے کہا۔ "صرف میک اپ سے کام نہیں چلے گا۔ اچھا سا ہیئر اسٹائل بناؤں گی میں اپنی چھوٹی سی بہن کا۔"

دو سال بعد نصرت کی شادی ہوگئی۔ سرفراز بہت خوش مزاج آدمی تھا۔ وہ نصرت کو خوب گھماتا پھراتا تھا۔ آج وہ اپنے دوستوں کے ساتھ رات کے کھانے پر جا رہا تھا۔ نصرت بھی ساتھ چل رہی تھی۔ باقی تمام دوست بھی اپنی بیگمات کو ساتھ لا رہے تھے۔ نصرت نے بہت مہنگا جوڑا زیب تن کیا ہوا تھا' وہ تیار ہوئی تو بہت اچھی لگ رہی تھی۔ جانے سے پہلے جب اس نے برقعہ اوڑھا تو سرفراز بول پڑا: "آج یہ مت پہنو!"

لیکن کیوں؟" نصرت نے سوال کیا۔

"کوئی بھی نہیں پہنتا۔" سرفراز نے جواباً کہا۔ "سب کے سامنے تم کم دِکھو گی۔"

"لیکن میں ان سب کے لیے نہیں آپ کے لیے تیار ہوتی ہوں۔ آپ کو میں اچھی لگی' بس! یہی میرے لیے کافی ہے۔" نصرت نے اپنی ناراضی ظاہر کی۔

"اگر میں تمہارے لیے اتنا ہی اہم ہوں تو کیا تم میرے لیے ایک دن اس برقعہ کو اتار نہیں سکتی؟" یہ سن کر نصرت خاموش رہی۔ "ارے بھئی! پردہ تو دل میں ہوتا ہے' برقع میں نہیں۔"

یہ سن کر نصرت نے برقعہ اتار دیا' لیکن یہ اس کی آخری ہار تھی۔

کئی سالوں بعد جب نصرت اپنی امی کے گھر ایک دن رکنے کے لیے آئی ہوئی تھی' تب امی نے محسوس کیا کہ نصرت دن بہ دن نماز کی چور ہوتی جا رہی ہے' انھوں نے اس بات کا اس سے ذکر کیا۔

"میں دیکھ رہی ہوں کہ تم اب پہلے کی طرح نماز کی پابندی نہیں کر رہی۔"

"بس امی! کام اتنے ہوتے ہیں کہ ایک سیکنڈ کی بھی فرصت نہیں ملتی۔ نماز پڑھنا تو دور کی بات منہ دھونا اور بالوں میں کنگھی کرنے کا بھی وقت نہیں ملتا۔" نصرت نے وضاحت کی۔ "آپ بتائیں... آپ کب سے اتنی نمازی ہوگئی ہیں؟"

"بس بیٹا! بڑھاپا انسان کو خود بخود اللہ کے قریب کر دیتا ہے۔" اتنے میں نگہت آپا کمرے میں داخل ہوئیں: "نصرت! مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

"جی' فرمائیے!" نصرت نے لاپرواہی سے دوبارہ تکیے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔

"تم کس قسم کے کپڑوں میں سوشل میڈیا پر تصویریں ڈالتی ہو...؟"

"آپا! آپ کو تو میری ہر بات پر اعتراض ہوتا ہے۔" نصرت نے ان کی بات سنے بغیر ہی فیصلہ سنا دیا۔ "ایسا نہیں ہے نصرت! میں تمہاری بہن ہوں۔ تمہارے بھلے کی ہی بات کروں گی۔ تمہاری ان تصویروں کا اثر میری بیٹیاں بھی لیتی ہیں' پھر وہ تمہاری نقل کرتی ہیں اور تمہارے جیسا بننا چاہتی ہیں۔"

"تو اس میں برائی ہی کیا ہے؟" نصرت نے سوال کیا۔ "میں اپنی بچیوں کو ادھورے اور چھوٹے کپڑے پہنا کر آدمیوں کے لیے دعوتِ نظارہ نہیں بنا سکتی۔"

"پرائیویسی (privacy) لگا دیں آپا! پھر وہ تصویریں صرف اپنے آدمی ہی دیکھ سکیں گے۔" نصرت کے اس جواب نے امی اور آپا کو دنگ کر دیا۔

امی ہر منگل کو پڑوس میں تعلیم میں جُڑنے جاتی رہی تھیں' وہ نصرت کو بھی اپنے ساتھ لے گئیں۔ "نصرت! سر ڈھانک لو' تعلیم ہو رہی ہے۔"

"اُف ہو! امی... یہ سب رواج ہیں۔ اصل مقصد تعلیم سننا ہوتا ہے اور میرے کان کھلے ہیں۔" نصرت کے اس جواب پر امی کو کچھ سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کہیں۔

چھٹی والے دن نصرت کپڑے دھو رہی تھی۔ سرفراز بھی گھر پر تھا۔ نصرت کا اتوار کے دن کپڑے دھونا بالکل پسند نہیں تھا' لیکن اسکول کے یونیفارم کو اتوار کے دن ہی ہاتھ لگتے تھے۔ جب وہ کپڑے سکھانے بالکونی میں گئی تو سرفراز نے ٹوکا۔

"نصرت! بالکونی میں کوئی پردہ نہیں لگا ہوا۔ تم کوئی چادر اوڑھ کر کپڑے سکھاؤ۔ آنے جانے والے مردوں کی نظر تم پر پڑتی ہوگی۔"

"اوہو سرفراز! پردہ تو دل میں ہوتا ہے' چادروں میں نہیں۔"

سرفراز چُپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔ نصرت جیت گئی۔ جب سے اس نے حیا کا دامن چھوڑا تھا' وہ روز جیتتی تھی' مگر افسوس...! حیا کے ساتھ ساتھ اس کا ایمان بھی ہاتھ سے نکلتا جا رہا تھا۔ کل تک جو نصرت اپنے سگے رشتہ داروں کے سامنے آنے سے جھجکتی تھی... آج اس کے لباس' حلیے اور حرکتوں سے اسے مسلمان تصور کرنا بھی محال تھا' کیوں کہ بسا اوقات عورت خود خراب نہیں ہوتی' بلکہ معاشرہ اسے خراب کر دیتا ہے۔

امۃ اللہ

محبت

محبت...!

یہ لفظ تو آپ نے سنا ہی ہو گا اور روز مرّہ زندگی میں اس بے چاری (محبت) کے ساتھ کِھلواڑ ہوتا ہوا دیکھا بھی ہو گا

اور شاید بہت سوں کو اس کھیل میں شامل بھی کیا گیا ہو گا' کوئی جیتا بھی ہو گا دھوکے سے اور کوئی ہارا بھی ہو گا!

بہت سوں کو لال پھول دِکھا کر حماقت کا تاج بھی پہنایا گیا ہو گا اور آج تک کتنے ہی لوگوں نے ویلنٹائن ڈے میں محبت کا اپریل فول بھی منایا ہو گا۔

محبت ہے کیا...؟؟ یہ کیسی دِکھتی ہے؟ اس کا دوسرا نام کیا ہے؟

اگر اِسے دینِ اسلام کی پاکیزہ آنکھوں سے دیکھیں تو...اس کی شاخیں' وہ رشتے نظر آئیں گی جن کی جڑیں رضائے اِلٰہی سے ملی ہوئی ہوں گی

جن کے ساتھ صلہ رحمی چمٹی ہوئی ہو گی... جن کے تانے بانے کو اللہ نے جوڑا ہو گا۔

والدین' اساتذہ' بہن بھائی' بیوی بچے' دوست اقربا یہ ہی وہ خوب صورت رشتے ہیں' جن سے حقیقی محبت کی مہک آتی ہے۔

''محبت...!!'' ایک انمول احساس ہے' جو دونوں طرف موجزن ہوتا ہے۔

ایک ایسا تعلق ہے' جس کی تعمیر میں سچائی کی اینٹیں اور اس کے گارے میں خلوص کی خوش بو ہوتی ہے'

مگر افسوس کہ آج ان نفیس تعلقات اور محترم رشتوں سے محبت کا معیار ناپید ہو چکا ہے' جس کے نتیجے میں غیروں سے شناسائی اور اپنوں کی محبت میں اجنبیت ہے۔

جو رشتے اللہ نے بنائے' انسان انھیں توڑ کر ایک ایسی عمارت تعمیر کرنا چاہتا ہے'

جس کی بنیاد نہ صرف جھوٹ پر ہے' بلکہ دینِ اسلام نے ایسی زمین کو ناجائز قرار دیا ہے' جسے غیروں کی زبان میں ویلنٹائن ڈے کہتے ہیں'

جس کے دامن میں دور' قریب ہر طرح کے فتنے پناہ لیتے ہیں اور انسان کو حیوان کی طرح لال رنگ دِکھا کر بے قابو کر دیتے ہیں اور

وہ نفس پرستی کی بھیانک دَل دَل دھنستا چلا جاتا ہے اور پھر اکسی دن تمام تر گزری ہوئی زندگی کی عیاشیاں پوری کی جاتی ہیں اور

انسان بھول جاتا ہے کہ وہ مسلمان بھی تھا' اس کے پاس پاکیزگی کا مسکن دینِ اسلام بھی تھا۔

افسوس!! اس وقت ہمیں خدا کی پکار هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (الحج) ترجمہ: ''وہی ذات ہے کہ جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا!'' یاد کیوں نہیں رہتی؟

جگہ جگہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ''اے ایمان والوں! اے ایمان والوں!''

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (الِ عمران) ترجمہ: ''بے شک معتبر دین اللہ کے نزدیک دینِ اسلام ہی ہے۔''

وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدۃ) ترجمہ: ''اور میں نے تمہارے لیے پسند کیا دینِ اسلام کو۔''

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج) ترجمہ: ''اس ذات نے تمہیں چُن لیا اور تمہارے دین میں ذرا بھی مشکل کو نہیں رکھا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو غیروں کا طریقہ اختیار کرے' وہ ہم میں سے نہیں!“
ہم کیوں یاد نہیں رکھتے اس بات کو کہ ہمارا دین الگ! ہمارا طریقہ الگ! ہمارا کردار الگ اور تمام تر اگلے پچھلے زمانوں میں ہمارا امتیاز الگ!
جس امت میں شمولیت کی انبیا نے بھی دعا کی' اُس امت کو اپنے اعمال دیکھ کر حیا کی جھلک بھی نہیں آتی۔
ہم اس بات کو سمجھنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے کہ ہم جس نبی کے عشق کے دعوے کرتے ہیں'
اس کے طریقے کو صرف چھوڑتے ہی نہیں' اس پر جرأت کی انتہا تو یہ ہے کہ ناجائز اور ناشائستہ بے ڈھنگے تعلقات اور قبیح طریقے کو اپناتے بھی ہیں۔
ایسے تہوار ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر ایمان کی حلاوت کو پانی کی طرح دل کی مٹھی سے نکال دیتے ہیں' پھر یہ آنکھیں اس قابل نہیں رہتیں کہ ان میں حیا کی کشش پیدا ہو!
اگر یہ فجار کا تخلیق کردہ دن منانا ہی ہوتا ہے' جس کو ہم ویلنٹائن ڈے کا نام دے کر تارے توڑ لانے اور چاند پر جانے کے وعدے کیے جاتے ہیں
تو اس وقت اس کھوکھلی کھوپڑی میں یہ بات کیوں نہیں سماتی' جب بال چاند کی طرح سفید اور کمر تاروں کی طرح ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ جب دانتوں پر پت جھڑ کا موسم آتا ہے اور جوانی' بڑھاپے کے آخری اسٹیج پر دم توڑنے لگتی ہے' تب بھی تو لال پھول کے ساتھ جھریوں سے بھرے چہرے کو مسکراہٹ بھرا پرپوز کرنا چاہیے...!
یہ کیسا ویلنٹائن ڈے ہے' جس کی بہار صرف موسمِ شباب میں آتی ہے اور وہ بھی بیوی پر نہیں... موبائل کی معشوقہ پر...!
واہ کیا انصاف ہے...؟؟ کیا اس بات سے نفس و شیطان کی دھوکے بازی کا اندازہ نہیں ہوتا؟ جو چیز اللہ نے ہم پر حرام کر دی' اس کی طرف نگاہ کرنا بھی تو حرام ہے'
جبکہ اس دن تو عریانی کا بازار گرم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام مسلمانوں کے اِردگرد بھٹکے ہوئے مسافر کی مانند رہ جاتے ہیں
اور حیا...!! حیا کا تو پوچھیں ہی نہیں کہ وہ کس چڑیا کا نام ہے اور اس دن وہ کہاں اُڑ جاتی ہے۔
افسوس...! جہاں بے تہذیبی کے خونخوار جانور پناہ لیتے ہوں' وہاں شرم و حیا کے معصوم پرندے خوف سے اسی طرح اُڑ جاتے ہیں۔
خُدارا...! اپنے حال پر رحم کریں اور دینِ اسلام میں جس طرح قول کے ساتھ داخل ہوئے ہیں' اسی طرح فعل کے ساتھ بھی داخل ہو جائیں
اور ان حماقت بھرے راستوں سے لوٹ آئیں' جن پر چلنے سے اللہ نے ہمیں روکا ہے اور جن کا اختتام فقط ہلاکت اور بربادی ہے۔
یاد رکھیں...! جو چیز بندے اور اس کے رب کے تعلق میں ذرا بھی کمزوری پیدا کرے' وہ گناہ ہے!
پھر وہ چیز... جو رب ہی سے جدا کر دے' وہ کس قدر خطرناک اور بھیانک ہو گی؟
آپ خود فیصلہ کریں...! کہ آپ دینِ اسلام کے مخملی پردوں میں لپٹی حیا کی آزادی کو پسند کریں گے یا
پھر ویلنٹائن جیسے بے اصل تہواروں کی ہلاکت بھری حماقت میں لپٹی شہوات کی غلامی کو...؟؟؟
”فیصلہ اب آپ کے ہاتھ میں ہے...!!“

بقیہ روشن در

ہمیں کیا معلوم کہ واٹس اپ یا فیس بک پر آئی ہوئی کسی آیت کی زیر' زبر' پیش صحیح ہے بھی یا نہیں اور جو حدیث بھیجی گئی ہے' اس کا حوالہ یا قوی ہونا ہے بھی یا نہیں' حالاں کہ زبر' زیر' پیش کے غلط لگ جانے سے یا پڑھنے سے بسا اوقات معنی بدل جاتے ہیں' اسی طرح بغیر تحقیق کے حدیث پھیلانے والے کے لیے بھی بڑی وعید آئی ہے۔ ہم کون سا عالم و مفتی ہیں یا ہمیں کون سا علمِ دین پر عبور حاصل ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان احادیث' اقوال یا آیتوں کو جو ہم بغیر تحقیق کے آگے پھیلا رہے ہیں' یہ ہم دین کا بڑا کام کر رہے ہیں۔
حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ ”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ سُنی سُنائی بات کو پھیلا دے۔“ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا خود اپنا حال کیا تھا...!! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ' جن کو اللہ نے قرآن میں صحابی ثابت کیا ہے' جو غارِ یار بھی تھے اور جن کے لیے نبی پاک ﷺ نے فرمایا تھا: اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہ اللہ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے۔ ان کے خوف کا یہ عالم تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی طرف بہت کم حدیث منسوب کر کے روایت کرتے تھے اور ڈرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بات نبی ﷺ نے نہ کہی ہو اور وہ مجھ سے اُن کی طرف منسوب ہو جائے۔ کس قدر کمالِ احتیاط ہے' جو آپ ﷺ کے ہجرت کے رفیق... صحابہ میں سب سے بڑے عالم... قرآن پاک پر کامل عبور... لیکن احتیاط کا کیا عالَم تھا اور ہمارا کیا حال ہے...؟؟ بِنا تحقیق کیے آگے بڑھا دینا۔ ایک عالم جب بنتا ہے تو کتنی مشقتیں جھیل کر بنتا ہے۔ ایک ایک لفظ کو ذہن نشین کرنا آسان نہیں ہوتا۔ بڑی قربانیاں دی ہوئی ہیں علمائے کرام نے...!! ہمیں اپنا طرزِ عمل بدلنا ہو گا۔ علمائے کرام اور مدارس سے تعلق جوڑنا ہو گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری کم فہمی میں موت آ جائے۔ پیاری بہنا! بہتر یہ ہے کہ بچوں کو انبیائے کرام علیہما السلام یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جو بھی قصّے سنائے جائیں' وہ مستند کتابوں میں سے ہوں۔ ہمارے آج کے بچے' کل کے معمار ہیں۔ اگر ہم نے من گھڑت قصے سن لیے تو ہمارے بچے مستند قصّے سنیں۔“ عفّان بھائی عفیفہ کے سر پر چپت لگا کر کمرے سے نکل گئے اور عفیفہ کے لیے ایک 'روشن در' کھول گئے۔

Your Friend In Real Estate

جُنید امِین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی ۔ ایچ ۔ اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

جُنید امِین

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامی، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

”عفیفہ! آپ نے وعدہ کیا تھا... بھول گئیں؟“ عفرا نے عفیفہ کو کتاب اٹھاتے دیکھ کر ٹوکا۔ ”آں... کون سا وعدہ؟“ عفیفہ نے بھولنے کی ایکٹنگ کی۔

”کہانی سنانے والا۔“ عفرا اور عفیرا ہم آواز ہو کر بولیں۔ ”اچھا، اچھا، چلو بھئی سناتی ہوں۔“ عفیفہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی تو وہ دونوں بھی وہیں بیٹھ گئیں۔ سامنے صوفے پر عفّان بھائی منہ پر کُشن رکھ کر لیٹے ہوئے تھے۔

”سنو، بھئی! سب سے پہلی بات یہ کہ ہمارا آج کا ٹاپک ہی معاف کرنا ہے۔ ہر عمل میں ہم ایک دوسرے کو معاف کرنے والے بن جائیں۔ جیسا کہ ہمارے پیارے نبی پاک ﷺ کا طریقہ کار تھا اور معاف کرنا اللہ کی صفات میں سے ہے۔“ عفیفہ تھوڑی دیر توقّف کے بعد بولی: ”ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ ایک راستے سے نماز کو جایا کرتے تھے۔ ایک گھر میں ایک بوڑھی عورت رہتی تھی، وہ ہمارے نبی ﷺ پر روزانہ کچرا پھینکا کرتی تھی، لیکن ہمارے نبی ﷺ اسے کچھ نہ کہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ اس نے کچرا نہ پھینکا۔ نبی پاک ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس عورت کے بارے میں دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے۔ آپ ﷺ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ اس کی عیادت کی۔ اس کے گھر کا کام کیا اور وہ بوڑھی عورت نبی پاک ﷺ کی معاف کرنے والی صفات کو دیکھ کر مسلمان ہو گئی۔ دیکھا بچو...!! معاف کرنا کتنی عظیم بات ہے۔“

”عفیفہ! کون سے استاد سے پڑھا ہے یہ واقعہ؟“ عفّان بھائی نے کشن منہ پر سے ہٹا کر کہا تو عفیفہ ایک دم ہی گھبرا گئی۔ ”کسی بھی استاد سے نہیں بھائی۔“

”پھر کسی کتاب میں پڑھا ہے؟“ عفّان بھائی اب اٹھ بیٹھے۔ ”آں... کسی بھی کتاب سے نہیں بھائی۔“ عفیفہ کو بہت سوچنے پر بھی کچھ یاد نہ آیا کہ یہ واقعہ کس کتاب میں پڑھا ہے۔ ”وہ، بھائی! وہ بچپن سے سنتے ہوئے آرہے ہیں تو بس اس لیے۔“ عفیفہ اب انگلیاں مروڑنے لگی۔

”آپ کو معلوم ہے عفیفہ! یہ بوڑھی عورت کا کچرا پھینکنے والا واقعہ حدیثِ موضوع یعنی من گھڑت بات (اپنی طرف سے بنایا جانے والا قصہ) ہے اور جو بات اپنی جانب سے نبی پاک ﷺ کی طرف منسوب کی جائے، وہ نبی پر الزام ہوتا ہے اور یہ کس قدر گناہ کی بات ہے۔ ہم لوگ نہ تو صحابہ ہیں، نہ تابعین اور نہ ہی ولی... لیکن بہت سکون سے قصّے نبی پاک ﷺ کی ذاتِ اقدس اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

فیس بُک، واٹس اَپ پر ہر دوسرا قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہوتا ہے اور تو اور... یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ اپنی طرف سے بات کی اور حوالہ کسی بھی حدیث کی کتاب کا خود ڈال دیا جیسے صحیح بخاری، مسلم وغیرہ، کیوں کہ اس طرح کرنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ آج کل کے اس مصروف دور میں کس کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ ان احادیث کی تحقیق کرے۔ فیس بک یا واٹس اَپ پر کسی ایک نے کوئی شوشا چھوڑا یا کوئی پوسٹ چھوڑی تو بیسیوں افراد مفتی بن کے میدان میں اُترتے ہیں اور کمنٹس میں ایسی ایسی باتیں کر جاتے ہیں کہ جن سے ان کے ایمان کے ضائع ہونے کا خدشہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

دین کو مذاق بنا لیا گیا ہے۔ ہمارے نبی پاک ﷺ کے زمانے سے دین پھیل رہا ہے اور قیامت تک پھیلتا ہی رہے گا۔ دین سیکھنے کے لیے کسی واٹس اپ، کسی فیس بک یا کسی بھی سوشل میڈیا کی ضرورت نہیں ہے۔ دین تو ہمیشہ علما و مدارس سے ہی سیکھا گیا ہے اور علما و مدارس سے ہی پھیلا ہے اور اساتذہ کرام نے اس دین کی خاطر جو جو قربانیاں دیں ہیں، وہ قابلِ ستائش ہیں۔ ہمیں کیا معلوم کہ واٹس اپ یا فیس بک پر آئی ہوئی

(بقیہ ص 35 پر)

"کہاں جارہی ہو؟" سدرہ نے کولہاری چپّل پیروں میں ڈال کر ابھی دروازے کی جانب قدم بڑھائے ہی تھے کہ امی کی سپاٹ آواز نے اسے قدم روکنے پر مجبور کر دیا۔

"کالج جارہی ہوں امی...!" اس نے بیگ کو کندھے پر لٹکا کر جتلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا! کالج اس حلیے میں جایا جاتا ہے؟ ٹخنوں سے اونچے پائنچے، اونچی تنگ قمیض، دوپٹے کے نام پر گلے میں پٹّا اور اوپر سے میک اپ...!" امی نے گھورتی ہوئی نظریں اس کے وجود پر گاڑیں۔

"کیا ہو گیا ہے امی آپ کو؟ یہ سب فیشن ہے اور ایسا کون سا میک اپ کیا ہے میں نے؟ ہلکی سی لپ اسٹک اور لائنر ہی تو لگایا ہے۔ میں کوئی انوکھی تو نہیں ہوں۔ آپ ذرا گھر سے باہر نکل کر دیکھیں تو پتا چلے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ کالج کی سب لڑکیاں ایسے ہی تیار ہو کر آتی ہیں۔" سدرہ کے لہجے میں اب چڑچڑاہٹ واضح محسوس ہو رہی تھی۔

درحقیقت، وہ امی کی روک ٹوک اور نظر رکھنے کی عادت سے بے حد چڑتی تھی اور وہ اس کی تمام حرکتوں پر کڑی نظر رکھتی تھیں۔ وہ کب، کہاں جارہی ہے؟ اس کی سہیلیاں کون ہیں؟ فون پر کس سے بات کر رہی ہے؟ وغیرہ وغیرہ، کیوں کہ ان کی نظر میں یہ ان کا فرض تھا کہ وہ بچوں پر نظر رکھیں، مگر سدرہ چاہتی تھی کہ وہ بالغ اور باشعور ہے، اس لیے اسے آزادی دی جائے۔ وہ اپنی مرضی کی مالک ہے اور وہ ایسا کرتی بھی تھی، حتیٰ الامکان اس کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنی مرضی کی رَوش پر چلے اور جب بھی امی، اس کی اس کوشش کو ناکام بناتیں تو وہ یوں ہی چڑ جایا کرتی تھی، پھر امی اسے پیار سے سمجھاتیں۔

"سدرہ بیٹی! میں تمہاری ماں ہوں، دشمن نہیں ہوں، جس باہر کی دنیا کو تم اب دیکھ رہی ہو، میں برسہا برس سے دیکھتی چلی آرہی ہوں جو سب کر رہے ہیں، اس کی اندھا دھند تقلید کرنے کا تو یہ مطلب ہے کہ ہماری کوئی عقل، سمجھ نہیں، سو اگر کل کو دوسرے کنویں میں چھلانگ لگائیں گے تو ہم بھی لگا لیں گے۔ بیٹا! صحیح اور غلط میں تمیز کرنا سیکھو۔ تم مسلمان لڑکی ہو۔ یہ انداز اور ایسے فیشن تمہیں زیب نہیں دیتے۔"

"تو کیا دیگر لڑکیاں غیر مسلم ہیں یا وہ بے وقوف ہیں، کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟" سدرہ کا لہجہ ہنوز بگڑا ہوا تھا۔ اب کہ اس کی یہ بدتمیزی امی کو سخت ناگوار گزری۔

"سدرہ...! تمیز کے دائرے میں رہو۔ اب تم ماں سے بحث مباحثہ کرو گی؟ کان کھول کر سن لو! کل سے تم عبایا اور اسکارف میں کالج جاؤ گی اور اگر اس بار تم نے میری بات نہ مانی تو پھر تمہارے بابا جانیں اور تم۔" امی حتمی انداز میں کہتی ہوئیں کچن میں چلی گئیں اور سدرہ پیر پٹختی ہوئی کالج کے لیے نکل گئی۔

کالج میں بھی سارا دن اس کا موڈ خراب رہا، کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ امی کی دھمکی محض دھمکی نہیں اور امی سے تو وہ پھر بھی بحث کر لیتی تھی، مگر بابا کے رعب اور غصے کے آگے تو وہ بھیگی بلی بن جاتی تھی، کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ بے شک اس کے بابا نے اسے دنیا کا ہر عیش مہیّا کیا ہوا ہے، مگر اگر وہ ضد میں آگئے تو اسے گھر بٹھا دیں گے۔ اسی فکر اور پریشانی میں اس نے کلاسیں بھی لینا چھوڑ دیں۔ بریک ٹائم میں فرحین نے اسے گھیر لیا۔

"ارے! سدرہ تم یہاں ہو؟ میں تو سمجھی تم کالج آئی ہی نہیں ہو۔ خیریت تو ہے! آج تم نے ایک بھی لیکچر نہیں سنا؟"

"بس! میرا موڈ نہیں۔" سدرہ نے خفگی سے کہا۔

"اوہو...! کیا ہو گیا ہے؟ مجھے تو بتاؤ۔ دیکھو! ورنہ میں بھی پریشان ہو جاؤں گی۔" اس نے ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔

فرحین کالج میں اس کی سب سے قریبی دوست تھی، پھر فرحین کے اصرار پر سدرہ نے اسے صبح والا واقعہ بتایا۔ پہلے تو وہ خود سوچ میں پڑ گئی، پھر اس نے سدرہ کے کان میں سرگوشی کی اور مسکرا دی۔ سدرہ نے پہلے تو چونک کر فرحین کو دیکھا، پھر خود بھی ہنس دی۔

"مان گئی تمہیں...! کیا زبردست آئیڈیا دیا ہے تم نے۔" سدرہ نے کہا۔

"ہے نا...! چلو پھر ایک برگر تو کھلا دو۔" فرحین نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"کیوں نہیں، چلو!" سدرہ نے اس کے ہم راہ کینٹین کی جانب قدم بڑھا دیے۔

نیا سویرا

سویرا فلک

سدرہ نے والدین کی خواہش کے مطابق عبایا لیناشروع کر دیا' کیوں کہ اسے پتا تھا کہ حکم عدولی کے نتیجے میں اس کا باہر نکلنا ہی بند کر دیا جائے گا۔ فرحین کے مشورے کے مطابق اس نے اپنے والدین کی بات مان لی تھی' لیکن کیوں کہ اس نے دل سے ان کی بات نہیں مانی تھی اور بغاوت اس کی فطرت میں شامل ہو چکی تھی تو اس نے دوہری چال چلی۔

ایک طرف تو اس نے عبایا پہن کر باہر نکلنا شروع کر دیا تو دوسری جانب وہ عبایا کے اندر مکمل طور پر فیشن زدہ کپڑوں میں ملبوس ہوتی۔ وہ اپنے کمرے سے مکمل طور پر تیار ہو کر ہی باہر آتی اور واپسی میں فوری طور پر لباس بدلنے کے بہانے سے اپنے کمرے میں چلی جاتی۔ سدرہ بڑی کامیابی سے والدین کو دھوکا دے رہی تھی۔ فرحین جب اس کا کارنامہ سنتی اور دیکھتی تو فخریہ انداز میں اس سے کہتی: ''مان لیا نا... کیسا زبردست مشورہ دیا تمہیں... اسے کہتے ہیں سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔'' تو سدرہ بے اختیار اسے گلے لگا لیتی۔

''یہ تو ہے! دوست ہو تو تم جیسی۔ مان گئی تمہاری ذہانت کو۔'' پھر دونوں خوب ہنستی۔

یہ سلسلہ بڑی کامیابی سے سارا سال جاری رہا۔ آخر کالج کا اختتامی دن آگیا۔ کالج کی الوداعی پارٹی تھی۔ لڑکیاں پرانے اساتذہ اور ساتھی چھوڑنے پر افسردہ بھی تھیں اور ساتھ نئے آنے والے دنوں کے لیے پُرجوش اور پُرعزم بھی۔ طالبات اور اساتذہ مل کر الوداعی پارٹی کو مکمل طور پر بھرپور طریقے سے منانے کے لیے خوب تیاریاں کر رہے تھے۔ حسنِ قرأت و نعت' تقریر' بیت بازی' ٹیبلو اور ذہین طالبات میں انعامی شیلڈ بانٹے جانے کے تمام پروگرام ترتیب دے دیے گئے تھے۔ طالبات ایک دوسرے سے سبقت لے جانے اور خود کو سب سے نمایاں دکھانے کے لیے بھرپور تیاریاں کر رہی تھیں۔ ہر کسی کی کوشش تھی کہ وہ بہترین لباس زیب تن کرے۔ سدرہ نے بھی فرحین کی مدد سے جدید تراش خراش کا لباس تیار کروایا تھا' کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ امی اسے مغربی اسٹائل کی کبھی کاپی نہیں کرنے دیں گی۔

فنکشن والے دن سدرہ بظاہر تو عبایا میں گھر سے نکلی' مگر جب کالج کے کامن روم میں آکر اس نے چہرے سے نقاب' آنکھوں سے چشمہ ہٹایا اور عبایا اتارا تو فرحین سمیت کئی دوستیں دنگ رہ گئیں۔ ایک تو سدرہ ویسے ہی ملکوتی حسن کی مالک تھی' اس پر اس کی تیاری نے اسے بلا کا روپ دے دیا تھا۔ داد و تحسین بھری نگاہیں جملۂ تسکین بن کر سدرہ کے رگ و پے میں یوں سرایت کر رہے تھے' جیسے پیاس سے تڑپتے کسی شخص کو ٹھنڈا ٹھار شربت مل جائے۔

فنکشن شروع ہوا۔ مشہور اداکار اور ماڈل عباد امین کو بطور گیسٹ مدعو کیا گیا تھا۔ لڑکیاں اور پُرجوش ہو گئیں۔ فنکشن کے اختتام پر سب ہی باری باری آٹو گراف لینے اور ساتھ تصویر کھنچوانے کی خواہش میں اس کے گرد ڈیرا ڈالے کھڑی تھیں۔ اپنی باری پر سدرہ آگے بڑھی تو عباد امین لمحے بھر کو سدرہ کو دیکھتا رہ گیا۔ وہ کمرشل بھی بناتا تھا اور ایسی حسین لڑکیوں کی تلاش میں رہتا تھا اور ساتھ ساتھ عیاش بھی تھا۔ خصوصاً ایسی لڑکیوں کے شکار میں ہمہ وقت اس کی نگاہیں عقاب کی طرح بھٹکتی رہتی تھیں۔ سدرہ تصویر کھنچوانے کے لیے ذرا فاصلے پر اس کے ساتھ کھڑی ہوئی تو اس نے بڑی بے تکلفی سے سدرہ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اپنے سے قریب کرنے کی کوشش کی تو سدرہ بدک کر پرے ہو گئی۔

''یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟'' وہ عباد امین کی عیاش فطرت کے بارے میں سن چکی تھی۔

سدرہ فیشن کی دِل دادہ ضرور تھی' مگر اپنی حدوں سے وہ اچھی طرح واقف تھی' اس لیے عباد امین کی یہ اوچھی حرکت اسے سخت ناگوار گزری تھی' مگر ایسی صورتِ حال اور لڑکیوں سے نمٹنا بھی عباد امین کو خوب آتا تھا' اس نے ایک دم پینترا بدلا: ''کیا ہو گیا میڈم؟ آپ خود ہی میری منتیں کر رہی تھیں کہ مجھے ماڈل بنا دیں' میرا ہاتھ پکڑ لیں' تاکہ میں آپ کی قریبی دوست لگوں اور مشہور ہو جاؤں' فیس بک پر تصویر لگاؤں' تاکہ مجھے لائیکس ملیں اور اب ایسی ننھی بچی بن رہی ہیں؟''

''جھوٹ... بکواس... میں نے کب کہا؟'' سدرہ تقریباً چیخ پڑی۔

''اوہ...! کہیں آپ مجھے بدنام کر کے یا ایسے ہی ڈرامہ کر کے خود بخود مشہور تو نہیں ہونا چاہ رہی ہیں۔ محترمہ! میں جانتا ہوں آپ جیسے لڑکیاں ایسی سستی شہرت حاصل کر کے دِنوں میں اپنا نام بنانا چاہتی ہیں۔ محنت کر کے آگے نہیں بڑھنا چاہتیں۔'' وہ بڑے آرام سے اسے ذلیل کر رہا تھا۔

چیخ و پکار سن کر پرنسپل صاحبہ بھی آگئیں تو سدرہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی عباد امین بول پڑا۔ ''آپ نے مجھے بلوا تو لیا' مگر اپنی لڑکیوں کو تمیز نہیں سکھائی کہ مہمانوں کو کس طرح عزت دیتے ہیں۔ آئی ایم سوری! میں اس بے عزتی کے بعد آپ کو کسی قسم کے مزید چیکس نہیں بھجوا سکوں گا۔''

عباد امین رعونت بھرے لہجے میں کہتا ہوا قدم بڑھانے لگا تو پرنسپل صاحبہ آگے آ کھڑی ہوئیں۔ آخر وہ ان کے کالج کا سب سے بڑا ڈونر تھا۔

''میں اس لڑکی کی طرف سے آپ سے معافی چاہتی ہوں۔ عباد صاحب! پلیز آپ میرے ساتھ آئیے۔ سب ہائی ٹی پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔''

''آپ کے معذرت کرنے سے کیا ہوگا' اس لڑکی نے تماشا بنا دیا میرا۔ میری شہرت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے اس نے۔'' عباد امین کی آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے' یہ دیکھ کر پرنسپل صاحبہ گھبرا گئیں۔

''سدرہ! عباد امین صاحب ہمارے معزز مہمان ہیں۔ معافی مانگیں ان سے۔''

''میں نے کچھ نہیں کیا میڈم! جھوٹ بول رہے ہیں یہ۔ آپ جانتی ہیں کہ میں ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔'' سدرہ روہانسی ہو گئی۔

''اوہ...! تو پھر کیسی لڑکی ہیں' مہذّب اور شریف!'' عباد امین نے سدرہ کے چست لباس اور دوپٹے سے بے نیاز وجود کو گھورتے ہوئے کہا تو سدرہ کا دل چاہا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں دفن ہو جائے۔

''آپ پلیز چلیے عباد صاحب! آپ کا وقت قیمتی ہے۔ اس سے تو میں بعد میں نمٹ لوں گی اور آپ سدرہ دور ہو جائیں میری نظروں سے۔ آپ جیسی شتر بے مہار لڑکیاں ہوتی ہیں' جنھیں نہ اپنی عزت کی پرواہ ہوتی ہے نہ دوسروں کی۔'' پرنسپل صاحبہ کے الفاظ تھے یا برچھیاں۔ سدرہ کی روح تک لہولہان ہو گئی۔

(بقیہ ص 43 پر)

ماہنامہ فہمِ دین
فروری کے نئے سوالات

سوال نمبر 1 : لڑائی کے دوران ٹینی کا کیا ٹوٹ گیا تھا؟

سوال نمبر 2 : بداخلاقی کب پیدا ہوتی ہے ؟

سوال نمبر 3 : اِرم خالہ پتلی دال کیوں کھاتی تھیں ؟

سوال نمبر 4 : ہم جو دعائیں مانگتے ہیں، وہ بعض اوقات قبول کیوں نہیں ہوتیں؟

سوال نمبر 5 : وہ کونسے بزرگ تھے، جنہوں نے چوری کرنے والے چور کو چوری کر لیا تھا؟

پیارے بچو
کیا آپ روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں

کیا آپ کو معلوم ہے کہ مرنے کے بعد ہم سے قبر میں سوال جواب کیے جائیں گے ؟
اور اس وقت ہمارے پاس کوئی ساتھی مددگار بھی نہیں ہوگا سوائے قرآن مجید کے۔
ہمارا اچھے انداز میں پڑھا ہوا قرآن مجید خوب صورت شکل میں ہمارا ساتھی و مددگار ہوگا۔
اگر روانی سے قرآن پڑھنا نہ آتا ہو، تب بھی کوشش کر کے پڑھنا چاہیے۔
حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ
قرآن کا ماہر اُن ملائکہ کے ساتھ ہوگا، جو میر منشی اور نیکوکار ہیں اور جو شخص قرآن کو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اُس میں مشکل اٹھاتا ہے، تو اس کے لیے دُہرا اجر ہے۔
دیکھا بچو! اس لیے ہمیں قرآن کی تلاوت بالکل نہیں چھوڑنی چاہیے کیوں کہ جو یاد کرنے کی کوشش میں مشقت اُٹھاتا ہے، اُس کے لیے دُہرا اجر ہے۔
دیکھا بچو! اس لیے ہمیں قرآن کی تلاوت بالکل نہیں چھوڑنی چاہیے کیوں کہ جو یاد کرنے کی کوشش میں مشقت اُٹھاتا ہے، اُس کے لیے دُہرا اجر ہے۔

دسمبر کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1 : علم حاصل کرنے کی وجہ سے۔

سوال نمبر 2 : اُس کے والد کی مدد کی تھی۔

سوال نمبر 3 : یقین۔

سوال نمبر 4 : یاترا

سوال نمبر 5 : بڑھئی کا

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہوگا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

دسمبر کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1... سلیم اللہ لقمان، رابعہ، جامعہ فاروقیہ کراچی
2... حطیم شاویز، حفظ، 11 سال، جامعہ بیت السلام کراچی
3... وانیہ ناصر، ہشتم، 12 سال فیصل آباد

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہمِ دین مبارک ہو۔

نوٹ: پیارے بچو! اس صفحے پر جو سوالات آپ سے پوچھے جاتے ہیں، ان کے جوابات ایک شمارہ چھوڑ کر اگلے شمارے میں ذکر کیے جائیں گے، تاکہ زیادہ سے زیادہ بچوں کے جوابات وصول ہو سکیں، پھر درست جواب دینے والوں کے نام بھی بتائیں گے اور اوّل، دوم، سوم کے لیے انعامات کا بھی۔

درست جوابات دینے والے دیگر شُرکاء کے نام

- جویریہ زر، ششم، کراچی
- عکاشہ اولیٰ، کراچی
- اورنگ زیب، رابعہ، کراچی
- محمد مزمل، حفظ، کراچی
- جان زیب، ثالثہ، کراچی
- محمد عثمان، حفظ، 11 سال، کراچی
- خلیل الرحمان، میٹرک تلہ گنگ
- فاطمہ خالد، حفظ، کراچی
- بنتِ خالد، درسِ نظامی، کراچی
- محمد حذیفہ فرقان، کراچی
- محمد احمد، دوئم، 8 سال، کراچی

PUE

PERVAIZ UMAR ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents
Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

کوئی کی کوک

ڈاکٹر الیاس روحی

میر پور خاص میں بانو نام کی ایک لڑکی رہتی تھی' جو لااُبالی طبیعت کی مالک تھی' اس نے اپنے گھر کے صحن میں بہت سے پھولوں کے پودے لگا رکھے تھے' اسے پھول بہت اچھے لگتے تھے۔

رات کی رانی کی مہک اسے رات بھر آتی تھی' اسے شہر اچھا نہیں لگتا تھا۔ شہر میں درخت بہت کم تھے' اس لیے پرندے بھی بہت کم نظر آتے تھے۔ وہ جب بھی ماموں کے گھر کراچی آتی تو اسے بہت برا لگتا' کیوں کہ تازہ ہوا تو تھی نہیں۔ نیم' پیپل' برگد' املی کے درخت بہت کم دکھائی دیتے تھے' جبکہ اس کا گھر جہاں تھا' وہاں تو املتاس' کنکر' جنگلی بادام' شریفے' آم' امرود' انار' جامن' شہتوت اور پپیتے کے درخت لگے تھے' اس کا چھوٹا سا شہر تھا' لیکن اس چھوٹے سے شہر کی ہر گلی' محلے' سڑک پر بیل گری' شیشم' مہندی' گوندنی کے پیڑ' پودے اور جھاڑیوں سے سجے تھے۔ بانو کے بابا کہتے تھے' درخت جب کاٹ دیے جاتے ہیں تو پرندے کہیں غائب ہو جاتے ہیں' وہ ہجرت کر کے کہیں چلے جاتے ہیں۔ اب کھاد یا کیڑے مار ادویات بھی درختوں کو ہرے بھرے نہیں کرتی' بلکہ جلا دیتی ہے۔ اس طرح درخت ختم ہو جاتے ہیں۔ بانو مزے سے اپنے موتی کے پھولوں کے پاس چہل قدمی کرتی تھی۔ گلاب کی ڈالیوں کے پاس دیر تک کھڑی لمبی لمبی سانسیں لیتی تھی۔ بانو کو سنہری' گلابی' دھوپ اور بارش بہت پسند تھی۔ بانو کو بھولنے کی بھی عادت تھی' وہ اکثر اپنی چیزیں گم کر دیا کرتی تھی۔ کسی کے گھر مہمان بن کر جاتی تو چپّل بھول جاتی۔ مرغی' خرگوش' بلّی اور بکری اس کے پالتو جانور تھے۔ اگر کسی جانور کا بچہ مر جاتا تو وہ رو رو کر برا حال کر لیتی۔ صحن میں اس کی قبر بنا کر اسے دفن ضرور کرتی تھی اور اس کے لیے جنت میں جانے کی دعا کرتی تھی۔ درختوں پر چڑھنا اور پھل توڑنا اسے بہت اچھا لگتا تھا۔ ہلکے گلابی سبز رنگ کی فراک اور چوڑیاں اسے بہت اچھی لگتی تھیں۔ گڑیا سے کھیلنا اور دوڑنا' کودنا اسے اچھا لگتا تھا۔

بانو کے بڑے سے صحن میں جہاں بہت سارے پھول پودے تھے' وہاں ہر سال مئی کے مہینے میں ایک کوئل آتی تھی' جو اس سے باتیں کرتی تھی۔ ابا جان کہتے تھے کہ "کوں کوں کوں" کی آواز کوئل کی ہے' اس کو "کوکنا" کہتے ہیں۔ یہ سردی میں غائب ہو جاتی ہے۔ موسم گرما میں راتوں کو بھی "کوکتی" ہے۔ بانو بھی کوئل کو غور سے دیکھتی تھی' جو درمیانے قد و قامت' کبوتر سے نسبتاً چھوٹی' مگر لمبوتری شکل کی تھی' اس کی دم خاص لمبی اور چونچ چھوٹی تقریباً مرغی کی چونچ جیسی تھی۔ بانو اس کے لیے خاص طور پر پانی رکھتی تھی' وہ بانو کے صحن میں اُڑتی ہوئی آتی' سخت دھوپ اور گرمی میں پانی پیتی اور پھر بانو کا شکریہ ادا کرتی۔ اس کی میٹھی اور سریلی آواز "کوں کوں کوں" بانو کو بہت پیاری لگتی تھی۔ اس کوئل نے بتایا کہ وہ باغوں میں رہتی ہے' اسے آم کا درخت بہت پسند ہے۔ ایک دن وہ بانو کے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گئی' وہ چھوٹی سی ہلکے پُھلکے وزن کی تھی۔ بانوں نے دیکھا کہ

کوئل کے پیروں میں چار انگلیاں ہوتی ہیں‘ جن میں سے دو سامنے کی جانب اور دو پیچھے کی جانب مڑی ہوتی ہیں۔ بانوں نے کوئل سے پوچھا۔ ”اچھا یہ بتاؤ کوکی! تمہیں کیا پسند ہے؟“ کوئل اپنے نئے نام پر ہنسی۔ ”کوکی“ اسے اچھا نام لگا۔ ”اصل میں تم کوکتی اچھا ہو۔ آواز بھی بہت پیاری ہے‘ اسی لیے میں نے تمہارا نام کوکی رکھا ہے۔“ کوئل نے خوشی سے پَر پھڑ پھڑائے۔

کوئل بولی: ”کوں کوں کوں...! مجھے تو بارش میں نہانا بہت پسند ہے‘ اس لیے سخت گرمی اور دھوپ میں اللہ تعالیٰ سے صرف بارش کی دعا مانگتی ہوں۔“

بانو کے بابا کہتے تھے کہ ”کوئل خوش الحان پرندہ ہے‘ اس کی آواز میں خوشی اور ملال دونوں کا میلاپ ہے۔“

بانو کی کوکی روز آتی تھی‘ وہ حشرات الارض اور پھل کھاتی تھی۔ ایک روز سخت دھوپ تھی۔ چاروں طرف لو کا عالم تھا۔ ہر شخص چہرے پر گیلا کپڑا لیے پھر رہا تھا۔ پرندے پانی کی تلاش میں تھے۔ بانو نے آج صحن میں میں کئی برتنوں میں جگہ جگہ پر پرندوں کے لیے پانی رکھا تھا۔ وہ روز بابا کے ساتھ صبح سویرے باجرہ بھی ڈالتی تھی۔ سہ پہر کا وقت تھا‘ کوکی اپنے وقت پر اڑتی ہوئی آئی۔ پانی پیا اور پھر اِدھر اُدھر بانو کو دیکھنے لگی۔ بانو اپنے کمرے کی کھڑکی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ بانو نے کوکی کو آواز دی۔ کوئل اڑتی ہوئی کھڑکی کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ ”آج گرمی بہت ہے۔ دادی جان نے مجھے باہر نکلنے سے منع کیا ہے۔“

کوئل بولی: ”کوں کوں کوں...! انھوں نے اچھا کیا۔ آج گرمی واقعی بہت ہے‘ لیکن شام تک بارش ہو جائے گی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے۔“

”اچھا...!! صبح سے تم کوں کوں کر کے بارش مانگ رہی ہو؟“ بانو کو خوشی ہوئی۔ ”اچھا! چلو جب بارش ہو تو تم آجانا۔ ہم دونوں خوب بارش میں نہائیں گے۔“

شام ہونے کو تھی۔ بادل گرجے اور گھٹا چھا گئی۔ تیز ہوا چلی اور بارش ہونے لگی۔ بانو خوشی خوشی صحن میں آئی۔ آم کے درخت کی ڈالی پہ بیٹھی کوئل نے پَر پھڑ پھڑائے اور وہ دونوں بارش میں خوب نہائیں۔ بانو کو کوکی کے ساتھ خوب مزہ آیا۔ مسلسل ایک ماہ تک بارش وقف وقفے سے ہوتی رہی اور موسم بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ کوکی آئندہ سال گرمیوں میں آنے کا پھر سے وعدہ کر کے اڑ گئی۔ بانو کو اپنی دوست کوکی کی سردیوں میں بہت یاد آئی‘ لیکن اسے گرمیوں کا انتظار تھا‘ کیوں کہ ”کوکی ضرور اس کے پاس آئے گی...!!“ یہ سوچ بانو سردیاں گزار رہی تھی۔

حشرات الارض... زمین کے کیڑے مکوڑے
خوش الحان... اچھی آواز والا
لمبوتری... لمبی
ہجرت... ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانا
چہل قدمی... ٹہلنا
لاأبالی... چنچل‘ کھلندری
ادویات... دوا کی جمع
نسبتاً... مقابل
ملال... دکھ‘ غم

آپ جیسی شتر بے مہار لڑکیاں ہوتی ہیں‘ جنھیں نہ اپنی عزت کی پرواہ ہوتی ہے نہ دوسروں کی۔“ پرنسپل صاحبہ کے الفاظ تھے یا برچھیاں۔ سدرہ کی روح تک لہولہان ہو گئی۔ بے بسی اور بے عزتی کے شدید احساس سے اس کی آواز رندھ گئی اور قدم زمین پر ٹکانا ناممکن ہو گیا۔ قریب تھا کہ وہ لڑکھڑا کر گر جاتی کہ فرحین نے اسے تھام لیا۔

”اب کیسی طبیعت ہے میری بیٹی کی؟“ امی نے سدرہ سے پوچھا۔ دراصل فرحین‘ سدرہ کو رکشے میں بٹھا کر اس کے گھر لے آئی تھی اور مستقل اس کے سرہانے بیٹھی تھی‘ لیکن سدرہ خاموش تھی۔ امی نے اسے اور فرحین کو تازہ موسمیوں کا رس نکال کر دیا‘ تاکہ اس کی توانائی بحال ہو‘ وہ بیٹی کی حالت دیکھ کر پریشان تھیں اور اس کی خاموشی انھیں اور ذہنی دباؤ میں مبتلا کر رہی تھی۔ ایسے میں فرحین نے انھیں بھی دلاسا دیا تھا۔ ”خالہ جان! آپ پریشان نہ ہوں۔ یہ بس تھوڑا دل پہ لے گئی ہے بات کو۔“ پھر اس نے سدرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”سدرہ! جو ہونا تھا‘ وہ ہو گیا۔ دیکھو! ایسے تو تم خالہ جان کو پریشان کر رہی ہو۔“ تب سدرہ کی آنکھوں سے ایک دم آنسو نکلنے لگے تو امی نے تڑپ کر اسے گلے لگایا۔ ماں کی آغوش کا سہارا کیا ملا‘ سدرہ کا تمام ضبط دم توڑ گیا۔ ”امی! پلیز مجھے معاف کر دیں۔ میں نے آپ کی بات نہ مان کر اپنا نقصان خود کیا ہے اور شاید اللہ نے آپ کا حکم نہ ماننے‘ آپ کو دھوکا دینے اور آپ کی عزت نہ رکھنے کا صلہ مجھے اس طرح دیا ہے کہ میں خود بری طرح بے عزّت ہو گئی۔“ فرحین کے ساتھ جس حلیے میں سدرہ گھر آئی تھی۔ امی یہ دیکھ کر چونکیں بھی تھیں اور انھیں دکھ بھی ہوا تھا‘ مگر فی الحال انھوں نے کچھ کہنے سے گریز کیا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ سدرہ خود اپنی غلطی کا احساس کرتی ہے یا نہیں۔ سدرہ کے ساتھ فرحین نے بھی ان سے معافی مانگ لی کہ وہ دوست ہو کر والدین کی نافرمانی کرنے کا غلط مشورہ دے بیٹھی تھی۔ تب امی نے دونوں کو گلے لگایا اور کہا۔

بقیہ نیا سویرا

”کوئی بات نہیں میری بچیو! انسان خطا کا پتلا ہوتا ہے۔ تم لوگوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔ بس! اب ہمیشہ یاد رکھنا کہ والدین کبھی اپنے بچوں کا نہ برا چاہتے ہیں اور نہ غلط راہ دکھاتے ہیں۔ سدرہ بیٹی! میں آج تم سے ایک بات اور کرنا چاہتی ہوں جو کچھ آج تمہارے ساتھ ہوا‘ اس واقعے میں تمہارے لیے ایک سبق پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ عورت کا اصل سنگھار اس کی حیا ہے۔ حجاب میں ہی اس کی عزت اور وقار ہے۔ ہر عورت کو سنگھار کا شوق ہوتا ہے اور بننا سنورنا تو عورت کا حق ہوتا ہے‘ مگر اس کی نمائش اور پذیرائی کی خواہش صرف خواتین اور محرم مرد‘ بلکہ اس کو اپنے شوہر سے رکھنی چاہیے۔ یہی اللہ کا حکم ہے۔“ امی نے مسکراتے ہوئے کہا تو دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیے اور دل میں عہد کیا کہ وہ حکم عدولی اور نافرمانی کی مرتکب نہ ہو گی‘ کیوں کہ یہی حیا اور فرماں برداری دنیا و آخرت میں ان کی کامیابیوں اور عزت کی ضامن ہے۔

بچوں کے فن پارے

عائشہ ساجد، پریپ، 4 سال، کراچی

ریان یاسر، لیول ون، بیت السلام کراچی

حسین طیب، بیت السلام تلہ گنگ

سید سعد احمد، چہارم، کراچی

ام رومان، ہشتم، 12 سال، کراچی

سفینہ عرفان، ہشتم، 12 سال، کراچی

امن یوسف، چہارم، 10 سال، کراچی

چالاک لومڑی

ایک لومڑی بارش کے وقت ایک سوکھے کنویں میں گر گئی' کچھ دیر بعد ایک بکری کنویں کے پاس سے گزری تو لومڑی زور سے چلّائی: ''بچاؤ! بچاؤ!'' بکری نے نیچے جھانکا تو لومڑی سے بولی: ''تم نیچے کیسے پہنچی؟'' لومڑی نے چالاکی دکھائی اور کہا: ''ابھی بہت زور کی بارش ہونے والی ہے' جو کوئی بھی اوپر ہوگا وہ ڈوب جائے گا۔ میں اس لیے یہاں چھپی بیٹھی ہوں' تم بھی نیچے آجاؤ... کہیں ڈوب نہ جاؤ۔'' بکری نے ڈوبنے کے ڈر سے فوراً کنویں میں چھلانگ لگادی' جیسے ہی بکری کنویں میں گِری' لومڑی جھٹ سے اس کی پیٹھ پر چڑھ کر کنویں سے باہر نکل گئی اور بکری بے چاری ''مے' مے' مے'' کرتی رہ گئی۔ بچو! اس لیے کہتے ہیں کہ ہر کسی کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے۔

مرسلہ: فاطمہ خالد' کراچی

محمد

ایک بادشاہ تھا۔ اس کے پانچ وزیر تھے۔ ایک وزیر کا نام محمد تھا۔ ایک دن بادشاہ نے اسے آواز دی: ''وزیر اِدھر آؤ!'' وہ نہیں آیا۔ پھر بادشاہ نے دوسرے وزیر سے کہا: ''جاؤ! تم بلا کر لاؤ۔'' جب وہ گیا تو اس نے وزیر سے کہا: ''کیا بات ہے...؟ تمھیں بادشاہ سلامت بلا رہے ہیں۔ تم جا کیوں نہیں رہے؟'' اس وزیر نے کہا: ''بادشاہ مجھے روزانہ محمد کے نام سے بلاتا ہے۔ آج کیا ناراض ہے؟'' پھر دوسرے وزیر نے جب بادشاہ کو یہ بات بتائی تو بادشاہ نے پہلے والے وزیر کو بلا کر کہا: ''نہیں' بھئی! دراصل میرا وضو نہیں تھا' تبھی میں نے تمھیں محمد کے نام سے نہیں پکارا تھا۔'' یہ سن کر وزیر نے بادشاہ سے معافی مانگی۔

بچو...! آج سے ہم بھی کوشش کریں گے کہ بغیر وضو محمد ﷺ کا نام نہیں لیں گے... ان شاء اللہ!

مرسلہ: بنتِ خالد' کراچی

اتفاق میں برکت ہے

ایک گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے تھے' اس پر ان کا باپ بہت پریشان تھا۔ وہ مرنے کے قریب تھا' وہ انھیں متّحد دیکھنا چاہتا تھا۔ کسان نے ایک ترکیب سوچی...! اس نے بہت سی چھڑیاں منگوائیں اور انھیں ایک گٹھڑی کی شکل میں باندھ دیا اور اپنے ہر بیٹے کو اس گٹھے کو توڑنے کے لیے کہا۔ سب سے پہلے سب سے چھوٹے بیٹے نے توڑنے کی کوشش کی' لیکن وہ ناکام رہا۔ دوسرے بیٹے نے بھی اپنی باری پر اس کو توڑنے کی بہت کوشش کی' مگر ناکام رہا' یہاں تک کہ سب سے بڑا اور طاقتور بیٹا بھی کامیاب نہ ہو سکا۔

ان کا باپ اپنے تینوں بیٹوں کی ناکام کوشش کو دیکھ کر مسکرایا اور اپنے سب سے چھوٹے بیٹے سے کہا: ''رسّی کھول دو اور ہر چھڑی کو ایک ایک کر کے توڑنے کی کوشش کرو۔'' پھر دونوں بڑے بھائیوں نے حیران ہوتے ہوئے دیکھا کہ سب سے چھوٹے بھائی نے منٹوں میں کئی چھڑیاں توڑ ڈالیں۔

تب باپ نے تینوں بیٹوں سے کہا: ''میرے بیٹو! اس سے سبق سیکھو...! اگر تم متّحد رہو گے تو تم قائم رہو گے اور اگر جدا ہو جاؤ گے تو زوال کا شکار ہو جاؤ گے۔''

مرسلہ: ارتضٰی احمد' متعلّم جامعہ بیت السلام

شکر کی حقیقت

اللہ کی طرف سے جو نعمتیں آدمی کو ملے' ان پر رب کی تعریف کرنا شکر کہلاتا ہے' جو جتنا نعمت پر شکر کرے گا' اللہ کے ہاں اتنا ہی اس کا درجہ بڑھے گا' لیکن بعض اوقات چھوٹی چھوٹی تکالیف کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس کے بدلے اللہ نے جو ہم پر احسانات کیے ہیں' اس کو بھی بھول جاتے ہیں۔ بعض اوقات اللہ کی طرف سے جب ہمیں کوئی نعمت ملتی ہے تو ہم اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں' لیکن اس پر شکر ادا کرنا بھول جاتے ہیں' جب کہ اللہ نے فرمایا: لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ ''جتنا شکر ادا کرو گے۔ میں اتنا ہی اضافہ کروں گا۔'' ہمارے علما کرام اس کی بڑی اچھی مثال دیتے ہیں۔ جب انسان کے ایک ہاتھ پر چوٹ لگ جاتی ہے تو وہ دوسرے ہاتھ کے صحیح ہونے پر شکر ادا کرے کہ اللہ نے ہمارا دوسرا ہاتھ سلامت رکھا ہے' جس سے ہم کھا پی سکتے ہیں۔

بچو...! ہمیں چاہیے کہ ہم ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کریں۔

مرسلہ: زہیر جان' کراچی

ویلنٹائن ڈے

جوہر عباد

وقتی و نامناسب تعلّقات سے بچو
جس کی ممانعت ہے ایسے ساتھ سے بچو

جس سے کبھی کوئی کردار پہ آئے حرف
لوگو! ہمیشہ ایسے معاملات سے بچو

ڈالیں تمہارے دل میں جو شیطانی وساوس
ایسی تمام سوچوں خیالات سے بچو

نقصِ امن کا جس میں ذرا بھی ہو شائبہ
اپنے نفس کی ایسی ہدایات سے بچو

جس سے دماغ و ذہن ہو جائے پراگندہ
اے نوجوانو! ایسے معمولات سے بچو

ہرگز نہیں ہے جس کی شریعت میں اجازت
تنہائی میں ہر ایسی ملاقات سے بچو

چھوڑو نہیں دامن کبھی بھی شرم و حیا کا
جیتو سدا، شیطان کی ہر مات سے بچو

گم راہ کن ہے فتنہ بہت ویلنٹائن ڈے
اس دن کی ہر طرح کی خرافات سے بچو

کفار مناتے ہیں بڑے ذوق و شور سے
ان سے مشابہت کی ہر اِک بات سے بچو

کرتے رہو سب ویلنٹائن ڈے کی مذمت
اور اِس طرح اِس کے برے اثرات سے بچو

ایسے چلن چلو کبھی پچھتانہ نہ پڑے
غیبی سزا اور عملِ مکافات سے بچو

کرتے ہوئے قرآن اور سنت کی پیروی
قدرت کی پکڑ، گردش و آفات سے بچو

مضبوطی سے اللہ کی رسّی کو تھام کر
جوہؔر جہاں کی ساری مشکلات سے بچو

مری مائیں بہنیں سراپا حیا ہیں

(دختر اسلام کے لیے)

نہیں ان کو اِدراک خود بھی ’وہ کیا ہیں
برائی سے بچنے کا اک راستہ ہیں
بڑی نیک سیرت ہیں اور پارسا ہیں
جو سچ پوچھیے تو خدا کی عطا ہیں
مری مائیں بہنیں سراپا حیا ہیں

اگر ان کو نرمی سے سمجھائے کوئی
گھر‘ گر نصیحت کے بکھرائے کوئی
مسائلِ شریعت کے بتلائے کوئی
اطاعت کا پیکر‘ بحکمِ خدا ہیں
مری مائیں بہنیں سراپا حیا ہیں

نقاب اپنے سر سے نہ سرکائیں ہرگز
نہ رخ غیر محرم کو دکھلائیں ہرگز
اگر منع کردو‘ نہیں جائیں ہرگز
چراغِ مروت ہیں‘ اہلِ وفا ہیں
مری مائیں بہنیں سراپا حیا ہیں

اگر پاک و صاف‘ گھر کی فضا ہے
بنی تربیت کی یہی تو بنا ہے
کہ بچوں کا اول یہی مدرسہ ہے
سو بچوں کے حق میں وہی رہنما ہیں
مری مائیں بہنیں سراپا حیا ہیں

اثر جونپوری

صبر و رضا کی پُتلی

عورت نے گھر چھوڑ دیا
عہدِ وفا کو توڑ دیا
صبر و رضا کی پُتلی نے
صبر کا دامن چھوڑ دیا
کاٹ میں لیٹا بچہ پوچھے
ماں کی نرم آغوش کہاں
جنت کی خوش بُو میں بسا
بستر جیسا دوش کہاں
خواہش پیسہ کمانے کی
دفتر تک لے آئی ہے
حرص و طمع کی سبقت نے
کیسی قیامت ڈھائی ہے
اس کے تقدّس کا شیشہ
بھوکی نظر نے توڑ دیا
عورت نے گھر چھوڑ دیا
عہدِ وفا کو توڑ دیا
گم راہی نے سب اِس کا
حسن‘ شباب نچوڑ دیا
یہ اَن جانی منزل پر
غفلت میں آ پہنچی ہے
گھر کا اِک چراغ تھی
جو محفل میں جا پہنچی ہے
عورت نے گھر چھوڑ دیا
عہدِ وفا کو توڑ دیا

گلدستہ

مسلمان خواتین کی ایک اہم ذمہ داری

ضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

آج بھی ہمیں اسلامی سوسائٹی کے اس عظیم رکن اور جسمِ اسلامی کے اس مؤثر و فعال عضو
خواتینِ اسلام سے یہ توقع ہے کہ وہ مغربی تہذیب کا سایہ بننے کے بجائے اپنے اوپر مغربی تہذیب کا
سایہ بھی نہیں پڑنے دے گی۔ ان کو چاہیے کہ اس مغربی تہذیب کے پیچھے دوڑنے اور اس ریس
میں شریک ہونے کے بجائے اس کے ضروری اور مفید اجزا اختیار کریں اور اس چیز کو ترک کردیں
جو ان کی عزت، شرافت، اخلاق، آداب اور ان کی اسلامی شخصیت کے منافی ہو۔ ہمارے گھر اسلامی
گھروں کا نمونہ ہوں۔ کوئی یورپین آدمی آئے اور کسی مسلمان کے گھر میں داخل ہو تو اسلامی نظم و
نسق، ثقافت، حیا و شرافت، شرم و حجاب، پردہ، احترام، چھوٹوں پر شفقت اور محبت و اخوت کے
اسلامی مظاہر دیکھے۔ وہ شوہر بیوی، بھائی بہن، ماں باپ کے درمیان تعلقات کی وہ نوعیت دیکھے اور
زندگی کا وہ طرز اس کے سامنے ہو جس سے وہ ناواقف ہے۔ وہ ہمیں دیکھ کر جب واپس جائے تو اس
کے دل کی آواز ہو کہ ہمیں اسلامی تہذیب و تمدن کی نقل کرنی چاہیے۔ وہ اپنے دوستوں اور رشتہ
داروں کو جا کر بتائے کہ ہم نے ایک اسلامی ملک میں تھوڑا وقت گزارا اور جو دیکھا وہ بیان سے باہر
ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے جنت ارضی دیکھ لی۔ ہم نے ایک مسلمان کا گھر کیا دیکھا، گویا کہ جنت
دیکھ لی۔ خدا کی قسم! یہی اسلامی زندگی جنت ہے اور جو زندگی ہم گزار رہے ہیں، وہ تو آگ کی بھٹی
ہے۔ یہاں سے واپس جانے والا امریکی پھر اپنے امریکیوں سے کہے گا کہ اے لوگو! تم تو دوزخ میں
جل رہے ہو۔ خدا کی قسم! مسلمان تو جنت کے مزے لوٹ رہے ہیں، لیکن افسوس کہ جب امریکہ
اور یورپ کا آدمی یہاں آتا ہے تو اسے مغربی تہذیب کی مکمل تصویر نظر آتی ہے، اس لیے وہ فیصلہ
نہیں کر سکتا کہ یہ سکون، امن و امان، راحت، اکرام، انس و محبت اور قلبی اطمینان اسلامی زندگی کے
خصائص ہیں۔

حمدِ باری تعالیٰ

مسجودِ گماں تُو ہے، معبودِ یقیں تُو ہے
اے مظہرِ یکتائی، دنیا ہو کہ دیں تو ہے
کثرت کے مظاہر بھی وحدت میں تری گم ہیں
جلووں کا جو محور ہے، وہ حسن و حسیں تو ہے
سجدوں کی بصیرت سے اِدراک ہے رخشندہ
اے جلوۂ نادیدہ، اعزازِ جبیں تُو ہے
تیری ہی تجلّی سے آئینے دمکتے ہیں
یہ جو چھپ کے ہویدا ہے، وہ پردہ نشیں تُو ہے
اِدراک یہ کہتا ہے، مِلنا ترا ناممکن
احساس یہ کہتا ہے، مجھ میں کہیں تُو ہے
مایوسیٔ ظلمت میں، تُو آس کا سورج ہے
امیدؔ کی بینائی، اے عرش نشیں تُو ہے

امیدؔ فاضلی

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ہیرے موتی، چاندی سونا،
سب کے سب بے فیض ہیں
ہم فقیروں کو نبیؐ کی خاکِ در اچھی لگی
ایک دیوانے کو راہِ طیبہ میں موت آ گئی
زندگی کو بھی یہ تقدیرِ سفر اچھی لگی
مٹ گیا بُوجہل اور جھوٹوں کی بینائی گئی
قوم کو صدیقؓ کی سچی نظر اچھی لگی
پہلے کفر و تمکنت کی بھیڑ میں گم تھے مگر
پھر عمرؓ کو محفلِ خیرُ البشرؐ اچھی لگی
سرورِ کونینؐ کے دَر پر کِیا سب کچھ نثار
اک غنیؓ کو یہ بساطِ مال و زر اچھی لگی
نَفس اپنا ہو گیا شامل، عدُو آزاد تھا
فاتحِ خیبر کی یوں تیغِ ظفر اچھی لگی
ایک بیکلؔ لکھ رہا تھا، آنسوؤں سے اُنؐ کا نام
کوئی بولا، آج تیری چشمِ تر اچھی لگی

بیکلؔ اتساہی

ماں بیوی اور بیٹی
محمد رسول اللہ کی نظر میں

- اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور حق تلفی حرام کر دی ہے۔ (صحیح بخاری)
- دنیا کی چیزوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب عورت اور خوش بو ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے (نسائی شریف)
- جس کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوں اور وہ اچھی طرح اُن کی پرورش کرے تو یہی لڑکیاں اس کے لیے دوزخ سے آڑ بن جائیں گی۔ (صحیح مسلم شریف)

دِل کا پردہ

بنتِ یوسف

میری جو بہنیں کہتی ہیں کہ پردہ دِل کا ہوتا ہے' اُن کے تو دِل میں بے پردگی ہے۔ میں آپ کو بتاتی ہوں کہ دِل کا پردہ کس طرح ہوتا ہے۔ سب سے پہلے آپ غیر محرموں سے چہرے کو اچھی طرح چھپا کر رکھیں۔ اس طرح آپ غیر محرموں کو بھی دیکھ نہیں پائیں گی۔ جب آپ غیر محرموں کی طرف دیکھ نہیں پائیں گی تو یہ پتا ہی نہیں چلے گا کہ کون آیا اور کون گیا۔ نہ دِل میں خیال آئیں گے اور نہ وسوسے آئیں گے' گویا کہ دِل محفوظ ہو گیا' تو اب پردہ صرف دِل ہی کا نہیں' بل کہ دِل کا بھی ہو گیا۔ اب میری جن بہنوں کو چہرے کا پردہ مشکل لگتا ہے' وہ دِل کا پردہ کس طرح کرتی ہیں' وہ اس بات کو از سرِ نو سوچیں' تاکہ اللہ ہمارے کے لیے اس معاملے کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان فرما دیں آمین!

آپ کے اشعار

ہم نے ان سے دوستی کی' وہ ہیں کرتے دشمنی
دیکھو! کیا سوچا تھا ہم نے اور وہاں کیا ہو گیا

ذوق

دعا ہے کہ مَر کر بھی رہ جاؤں کچھ
وگرنہ یوں ہی مر کے رہ جاؤں گا!

اکبر الٰہ آبادی

کوئی ایسا نہیں یارب کہ جو اس درد کو سمجھے
نہیں معلوم کیوں خاموش ہے دیوانہ برسوں!

اصغر گونڈوی

نیرنگیٔ سیاستِ دوراں تو دیکھیے
منزل انھیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

محسن بھوپالی

جدید تہذیب اور عورت

ستم ظریفی کی حد ہے کہ وہ عورت جو عصمت و تقدّس کا نشان تھی اور جس کی عفّت و نزہت سے چاند شرماتا تھا' اسے پردے سے باہر لاکر اس سے ناپاک نظروں کی تسکین اور نجس قلوب کی تفریح کا کام لیا گیا۔ جدید تہذیب میں عورت زینت خانہ نہیں شمعِ محفل ہے۔ اس کی محبت و خلوص کی ہر ادا اپنے شوہر اور بال بچوں کے لیے وقف نہیں' بلکہ اس کی رعنائی و زیبائی وقتِ تماشائے عالَم ہے' وہ تقدّس کا نشان نہیں کہ اس کے احترام میں غیر محرم نظریں فوراً نیچے جھک جائیں' بلکہ وہ بازاروں کی رونق ہے۔ آج دو پیسے کی چیز بھی عورت کی تصویر کے بغیر فروخت نہیں ہوتی' اس سے زیادہ نسوانیت کی ہتک اور کیا ہو سکتی ہے۔ کیا اسلام نے عورت کو یہی مقام بخشا تھا؟ کیا جدید تہذیب نے عورت پر یہی احسان کیا؟ کیا یہی آزادیٔ نسواں ہے' جس کے لیے گلا پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگائے جاتے تھے؟

اسلام کی نظر میں عورت ایک ایسا پھول ہے' جو غیر محرم کی نظر کی گرم ہوا سے فوراً مرجھا جاتا ہے۔ اسے پردے سے باہر لانا اس کی فطرت کی توہین ہے۔ ادھر عورتیں پردے سے باہر آئیں' ادھر انھیں زندگی کی گاڑی میں جوت دیا گیا۔ تجارت کریں تو عورتیں... وکالت کریں تو عورتیں... صحافت کے شعبہ میں جائیں تو عورتیں... عدالت کی کرسی پر متمکن ہوں تو عورتیں... اسمبلی میں جائیں تو عورتیں... الغرض! کاروباری زندگی کا وہ کون سا بوجھ تھا' جو مظلوم عورت کے نازک کاندھوں پر نہیں ڈال دیا گیا۔

سوال یہ ہے کہ جب یہ تمام فرائض عورتوں کے ذمہ آئے تو مرد کس مرض کی دوا ہیں؟ اسلام نے نان نفقہ کی تمام ذمہ داری مرد پر ڈالی تھی' لیکن بزدل مغرب نے مردوں کے دوش بدوش چلنے کا جھانسہ دے کر یہ سارا بوجھ اٹھا کر عورت کے سر پر رکھ دیا۔ جدید تہذیب کے نقیبوں سے کوئی پوچھنے والا نہیں کہ یہ عورت پر احسان ہوا یا بدترین ظلم؟ عورت گھر کے فرائض بھی انجام دے' بال بچوں کی پرورش کا ذمہ بھی لے' مرد کی خدمت بھی بجالائے اور اسی کے ساتھ کسبِ معاش کی چکّی میں بھی پسا کرے؟ ظاہر ہے کہ عورت کے فطری 'قویٰ' اتنے بوجھ کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گھر کا کاروبار نوکروں کے سپرد کرنا پڑا' بچوں کی تربیت و پرداخت ماماؤں کے حوالے کی گئی۔ روٹی ہوٹل سے منگوائی گئی۔ گھر کا سارا انتظام تو ابتر ہوا ہی' باہر کے فرائض پھر بھی عورت یک سُوئی سے ادا نہ کر پائی اور نہ وہ کر سکتی ہے۔

پھر مرد و زن کا اختلاط اور آلودہ نظروں کی آوارگی نے معاشرے میں جو طوفان برپا کیا' اس کے بیان سے زبانِ قلم کو حیا آتی ہے۔ یہ ہے آزادیٔ نسواں اور تعلیمِ نسواں کا پُر فریب افسوں' جس نے انسانیت کو تہ و بالا اور معاشرے کو کرب و اضطراب میں مبتلا کر دیا۔

(مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ' دورِ حاضر کے فتنے اور ان کا علاج' ص: 157-158)

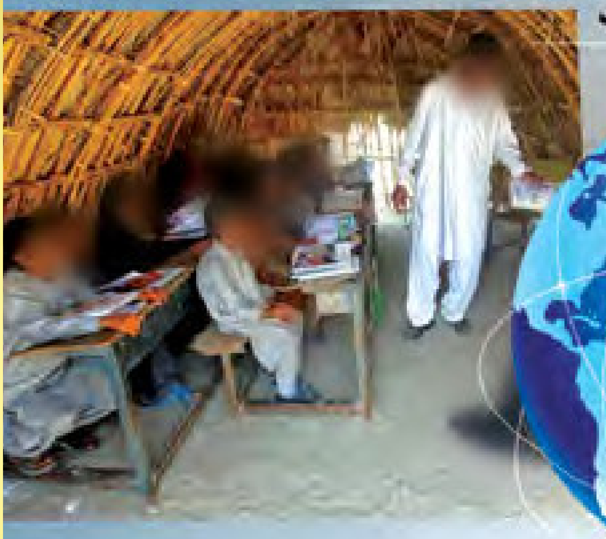

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپوٹ

اخبار السلام

فروری 2019ء بمطابق جمادی الثانی 1440ھ

بلوچستان حکومت کی دعوت پر بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ تعلیم اور صحت کے لیے کام کرے گا

صوبائی حکومت کے سوشل ورک سے متعلق سیکرٹری اور بیت السلام ٹرسٹ کی اعلی سطح انتظامیہ میں گفت وشنید جاری، مختلف اضلاع کے مراکز صحت میں بیسک ہیلتھ یونٹ قائم کیے جائیں گے

اسکول وکالج کی ویران پڑی عمارات میں اسکول قائم کیے جائیں گے، جہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ ہنرمند قوم پروگرام کے تحت متعدد ٹیکنیکل کورس بھی کروائے جائیں گے

پہلے مرحلے کے آغاز کے لیے بیت السلام کی ٹیم نے ایس ڈبلیو او حب اور اے ایس ڈبلیو او تھل سے ملاقات اور سروے کے نتیجے میں اوتھل میں چار اسکول منتخب کیے

بلوچستان ریذیڈنشل کالج، گورنمنٹ مڈل اسکول گوٹھ گولانی، گورنمنٹ مڈل اسکول آواداں اور پرائمری اسکول مورند کالونی میں کام کے لیے حکومت اور ٹرسٹ میں مشاورت جاری

کراچی (پ ر) بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ اور بلوچستان کی صوبائی حکومت کے درمیان بنیادی صحت اور تعلیم کے لیے کام کے طریقوں، شکلوں اور منصوبوں پر گفتگو جاری ہے، وزیر اعلی کے سوشل ورک کے سیکرٹری اور بیت السلام کی اعلی سطح انتظامیہ میں اس بابت مشاورت کا عمل جاری ہے۔ بلوچستان کے مختلف اضلاع میں بیسک ہیلتھ یونٹ پروگرام کے تحت متعدد مراکز صحت چلانے اور اسکول و کالج کی ویران پڑی عمارات میں تعلیم اور مختلف قسم کے ٹیکنکل کورس کروائے جائیں گے، یہ کورس روزگار کی فراہمی اور ہنر مند نوجوان پیدا کرنے کے لیے کروائے جائیں گے، اس سے ہزاروں ملازمتیں بھی نکلیں گی اور ہنر مند قوم بھی بنے گی، دریں ثنا پہلے مرحلے کے لیے ٹرسٹ کے نمائندے سید محمد فراز ہاشمی اور معہد پر مشتمل 2 رکنی ٹیم نے ایس ڈبلیو او حب اور اے ایس ڈبلیو او تھل سے ملاقات کی، اس ملاقات کے بعد ان چاروں حضرات نے منتخب کیے جانے والے اسکول کا دورہ اور سروے کیا، بلوچستان ریزیڈنشل کالج لسبیلہ، گورنمنٹ بوائز مڈل اسکول گوٹھ گولانی او تھل، گورنمنٹ اسکول بوائز مڈل اسکول آواداں اور گورنمنٹ پرائمری اسکول مورند کالونی او تھل کا سروے کیا، حکومت بلوچستان اور ٹرسٹ کے ذمے داران میں مشاورت جاری ہے۔

بیت السلام نے مستحقین میں 5 ہزار کمبل، ایک ہزار گرم چادریں تقسیم کیں

بیت السلام مکاتب کے ذریعے دور دراز پسماندہ علاقوں کے مستحق افراد میں گرم چادروں اور کمبل کی تقسیم کا سلسلہ جاری

شامی بھائیوں میں 1500 کمبل، 1000 لنچ باکس، 18 ہزار افراد میں دو ہفتے کے لیے غذائی اشیاء کا پیکج تقسیم کیا گیا

بیت السلام فوڈ بنک ہر ہفتے کراچی، لاہور، فیصل آباد، اسلام آباد اور تلہ گنگ میں ہزاروں مستحقین میں پکا پکایا کھانا تقسیم کرتا ہے

کراچی (پ ر) بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ نے اپنے مکاتب کے ذریعے کیے جانے والے سروے کے نتیجے میں مستحقین تک گرم چادروں اور کمبلوں کی تقسیم کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے، ملک بھر کی کئی مضافاتی بستیوں میں ایک ہزار گرم چادریں، 5 ہزار کمبل تقسیم کیے گئے، دریں اثنا شامی بھائیوں کے خیموں میں 18 ہزار افراد کے لیے غذائی اجناس تقسیم کی گئیں، ایک ہزار افراد کو لنچ باکس دیا گیا، جب کہ 1500 افراد کو کمبل دیے گئے۔ دوسری جانب بیت السلام فوڈ بنک نے غریب بستیوں تک پکا پکایا کھانا پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے، کراچی، لاہور، فیصل آباد، اسلام آباد اور تلہ گنگ میں ہر ہفتے ہزاروں افراد تک پکا پکایا لذیذ کھانا پہنچایا جاتا ہے۔

J.
FRAGRANCES
WEAR
2
INSPIRE
ESSENCE
JANAN
502
Flora
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances & Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

Brighto™
Inspired by Nature
Brighto AllColor
Antiqua Polish Plaster
Silky Smooth
Perlata
Luxury Magnified
Velvet
Revisiting the Classic Age
Perlex
Majestic Walls
Brighto
Regd # MC - 1366
Décor assumes a different meaning with Brighto Special Coatings.
They give your living space a prestigious decorative finish by creating
a world of beauty, luxury and sophistication.
brighto.paints | Toll Free 08000-1973 | BrightoPaintsPK | www.brightopaints.com
Brighto PAINTS